ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوّت ملتان

ذوالحجہ : ۱۴۲۰ھ

۳

مارچ : ۲۰۰۰ء

اسوۂ ابراھیمی

واہ کیا بات ہے مدینے کی

کلنٹن پاکستان نہ آیا تو......؟

شمشیر و سناں اوّل ....!

مرزا طاہر کی ھفوات

اور اُن کا جواب

امارت اسلامیہ افغانستان

مشاھدات و تأثرات

ذرائع ابلاغ

جنرل مشرّف سے چند گزارشات

احرار اور تحفظِ ختمِ نبوّت

مُسلمانو!

پرچمِ ختمِ نبوّت گرنے نہ پائے اور عقیدۂ ختمِ نبوّت پر آنچ نہ آئے اس کی حفاظت ہم سب مسلمانوں کے ایمان کی اساس ہے۔ ہمارے ساتھیوں نے اپنے خوُن سے اِس مشن کی آبیاری کی ہے

احرار کے سُرخ پوش جوانو! خوُنِ شہُداء کے وارثو!

تمہیں دیکھ کر میں اپنے آپ کو بہت طاقتور محسوس کرتا ہوں میں مطمئن کہ جب تک احرار زندہ و باقی ہیں "نئی نبوّت" نہیں چلنے دیں گے

جب بھی کوئی "نبی" سَر اُٹھائے گا صدّیقِ اکبر کی سُنّت جاری کی جائے گی ــــ مُسلمانو! متّحد ہو کر احرار کے جہاد میں شریک ہو جاؤ اور اپنی اجتماعی قوّت سے انگریزی نبوّت کا ٹاٹ لپیٹ دو

بانیٔ احرار امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ملتان میں آخری خطاب، ۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء

تو کہاں ھے میرے چمن میں آ....!

حضرت سیّد عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ

اخبارِ الاحرار

سلام

مارچ ۱۹۵۳ء میں مجلسِ احرار اسلام کی برپا کی ہوئی مقدس تحریک تحفظ ختمِ نبوت کے شہیدوں کو سلام

سلام ان حق شناسوں، حق آگاہوں، حق پژوہوں کو
جنہوں نے جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے حق پرست صحابۂ رسول علیہم الرضوان کی ابدی سنت تازہ کی
سلام ان وفا کیشوں کو جنہوں نے محبت رسول میں سرمست و سرشار ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منصبِ ختمِ نبوت کی حفاظت میں اپنی کڑیل جوانیوں کے نذرانے پیش کئے۔
سلام اُن ابد بجاں جیالوں کو جنہوں نے پاکستان کے طول و عرض میں خونِ دل دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کا چراغ جلایا۔
سلام ان رہروانِ جادۂ ابدی کو، جو فنا کے گھاٹ اُتر کر بقاء دوام پا گئے۔
سلام اُن جری اور جیالوں کو، جن کی پامردی و استقلال اور ایثار و شہادت نے جبر و استبداد اور مکر و ارتداد کے بندوں کو خونِ وفا کی جھیل میں ہمیشہ کے لئے غرق کر دیا۔
سلام خود داریاں کے ان سپوتوں کو، جن کی انمول قربانیوں نے مرزائیت کے نمرود کو ذلت و رسوائی کے گڑھے میں دفن کر دیا۔
سلام صد ہزار سلام ان مقدس روحوں کو، جو آج بھی پکار پکار کے کہہ رہی ہیں۔
کسے کہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

قائد احرار سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ
(مارچ ۱۹۸۸ء)

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۱ | شمارہ ۳ | قیمت ۱۵۔ روپے

بیاد امیرِ شریعت حضرت سید الاحرار

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ذوالحجہ 1420ھ

مارچ 2000ء

بانی: مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابنِ امیرِ شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ

مدیرِ مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقائے فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی

پروفیسر خالد شبیر احمد

عبداللطیف خالد چیمہ

سید یونس الحسنی

مولانا محمد مغیرہ

محمد عمر فاروق

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک 150۔ روپے

بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ○ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریک تحفظِ ختمِ نبوۃ شعبہ تبلیغ مجلسِ احرارِ اسلام پاکستان

تشکیل

دل کی بات: اداریہ ——— مدیر ——— ۳

شاعری: نعت (عابد صدیق) منقبت (راشد محمود اثر) نظمیں (علامہ انور صابری، جانباز مرزا، سید محمد یونس بخاری) غزل (سید کاشف گیلانی) ۶

صدائے بازگشت

افکار: قافلۂ احرار ——— سید محمد کفیل بخاری ——— ۹

شمشیر و سناں اوّل ——— محمد عمر فاروق ——— ۱۱

تو کہاں ہے میرے چمن میں آ ——— سید یونس الحسنی بخاری ——— ۱۳

ذرائع ابلاغ......جنرل مشرف سے چند گزارشات ——— ملک احمد سرور ——— ۱۶

بول چال: معمارِ صحافت و انشاء کا نصب العین ——— سید ابوذر بخاری ——— ۱۹

ردّ مرزائیت: مرزا طاہر کی ہفوات اور ان کا جواب ——— مولانا محمد مغیرہ ——— ۲۸

سفرنامہ: امارتِ اسلامیہ افغانستان......مشاہدات و تأثرات ——— پروفیسر ابوالکلام خواجہ ——— ۳۵

دین و دانش: اُسوۂ ابراہیمی ——— مولانا عبدالحق چوہان ——— ۴۰

جنت میں لے جانے والے کام ——— حکیم محمود احمد ظفر ——— ۴۲

تحقیق: واہ کیا بات ہے مدینے کی ——— عبدالشہید سلمان ——— ۴۵

شخصیت: مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ ——— محمد ابوبکر صدیق قاری ——— ۵۳

اخبار الاحرار: تنظیمی خبریں ——— ادارہ ——— ۵۶

ترحیم: مسافرانِ آخرت ——— سید محمد کفیل بخاری ——— ۶۰

دل کی بات

کلنٹن پاکستان نہ آیا تو......!

آجکل قومی ذرائع ابلاغ کا سب سے بڑا موضوع یہی ہے۔ اگر کلنٹن نے پاکستان کو نظر انداز کر کے صرف بھارت کا دورہ کیا تو خطے کا امن تباہ ہو جائے گا۔ یہ پاکستان کے ساتھ امتیازی سلوک ہوگا۔ امریکہ کی غیر جانبداری مشکوک ہو جائے گی۔ پاکستان میں سیاسی بھونچال آجائے گا۔ پاکستان کے اقتصادی و معاشی حالات زیروزبر ہو جائیں گے۔ پاکستان کو سی ٹی بی ٹی پر دستخط کر دینے چاہئیں۔ ورنہ مسئلہ کشمیر اٹکا رہ جائے گا۔ ہمیں اسامہ بن لادن کی گرفتاری کیلئے امریکہ کی مدد کرنی چاہیے۔ ورنہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دے دیا جائے گا۔ اگر ہم نے کلنٹن کی بات نہ مانی اور اس کے مجوزہ دورۂ پاکستان کو یقینی نہ بنایا تو بھارت کی بالادستی قائم ہو جائے گی۔ ایٹمی جنگ چھڑ جائے گی۔ ہم بھوکے مر جائیں گے۔ پاکستان میں غربت، افلاس اور بھوک ڈیرے ڈال لے گی۔ امریکی امداد بند ہو جائے گی۔ خزانہ خالی ہو جائے گا، عوام قلاش ہو جائیں گے۔ ملک بھکاری بن جائے گا۔ زمین شق ہو جائے گی اور آسمان زمین پر آگرے گا۔ یہ ہو جائے گا اور وہ ہو جائے گا۔ ایسے لایعنی، ڈراؤنے اور قوم کو خوفزدہ کرنے والے بیانات، مضامین اور کالم اخبارات کی زینت ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر مذاکرے ہو رہے ہیں۔ غرض اک طوفان برپا ہے، اک کہرام مچا ہے۔ ایسے بیانات اور تقاریر سے صرف وہی لوگ خوفزدہ ہو سکتے ہیں جن کی امید و آس، عقیدہ، مذہب، تہذیب و تمدن، سیاست و حکومت اور اقتصاد و معاش کا مرکز و محور کلنٹن و امریکہ ہے۔

امریکہ کبھی ہمارا دوست نہیں رہا۔ ہمیشہ جانبدار رہا ہے۔ ۱۹۷۱ء کی پاک بھارت جنگوں میں اس کا منافقانہ کردار شاہد عدل ہے۔ ۱۹۶۵ء میں ہم چھٹے بحری بیڑے کی آمد کا انتظار کرتے رہے اور جیتی بازی ہار گئے۔ یہی سبق ۱۹۷۱ء میں دہرایا اور منہ کی کھائی اور اب ۲۰۰۰ء ہے۔ ہم پھر وہی آموختہ دہرا رہے ہیں۔ مسائل تب بھی یہی تھے اب بھی وہی ہیں۔ ان کا حل ہمیں خود تلاش کرنا ہے۔ بہتر تدبیر اختیار کر کے اللہ سے مدد طلب کی جائے تو یقیناً کامیابی ہوگی۔ یہود و نصاریٰ کے مفادات کا تحفظ کرنے کی بجائے اپنے دینی و اعتقادی، قومی و ملکی اور سیاسی و دفاعی مفادات کے تحفظ کیلئے مستعد اور خبردار رہنے میں ہی عافیت ہے۔ اللہ کا فضل و کرم ہے کہ ہمارا ملک دفاعی لحاظ سے مضبوط و مستحکم ہے۔ سی ٹی بی ٹی ہو یا این پی ٹی ان پر دستخط اپنی آزادی و خود مختاری کی موت ہے۔ کشمیر ہماری شہ رگ ہے۔ خطے کے متنازعہ مسائل کے حل کو کلنٹن کی آمد کے ساتھ نتھی کرنا سیاسی بالغ نظری نہیں شعور کی جانکنی ہے۔ یہ مسائل بھارت سے مذاکرات کر کے حل کیے جا سکتے ہیں۔ کلنٹن پاکستان آئے یا نہ آئے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خوفزدہ وہ ہوں جن کا رزق وہائٹ ہاؤس سے آتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ رزاق صرف اللہ ہے۔ اگر افغانستان کے عوام ایک روٹی سے بارہ گھنٹے گزار سکتے ہیں تو ہم بھی گزر بسر کر لیں گے مگر اپنے ایمان اور قومی غیرت کا سودا نہیں کریں گے۔

غیرت اور بہادری لازم و ملزوم ہیں۔ بے غیرت سے بڑا بزدل کوئی نہیں ہوتا۔ کلنٹن علانیہ زانی اور شرابی ہے۔ اور یہ ان کا کلچر ہے۔ پاک سرزمین اس کے ناپاک قدموں کے لمس کی متحمل نہیں۔
یہود و نصاریٰ مسلمانوں کے دائمی دشمن ہیں۔ ان سے دوستی اپنا دشمن پالنے کے مترادف ہے۔
اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز کو تمام آفتوں سے محفوظ رکھے (آمین)

حکومتی وضاحت.........قادیانیوں سے متعلق آئینی شق بحال ہے

ایک سرکاری ترجمان نے وضاحت کی ہے کہ: "قادیانی، لاہوری گروپ کے تمام افراد بدستور غیر مسلم ہیں اور آئین کی معطلی سے متعلقہ آئینی ضابطے غیر مؤثر نہیں ہوئے۔"
وزارت قانون دانصاف کے ترجمان نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ:
"قادیانیوں سے متعلق آئین کے آرٹیکل ۲۶۰ کی شق ۳ برقرار ہے اور یہ ۱۴ اکتوبر کے حکم اور عبوری آئینی حکم سے متصادم نہیں۔"
(روزنامہ خبریں ملتان ۲۶ فروری ۲۰۰۰ء)

آئین کی معطلی اور پی سی او کے اجراء کے بعد دینی حلقوں میں بعض قرائن اور شواہد کی وجہ سے یہ تاثر راسخ ہو گیا تھا کہ قادیانیوں سے متعلق آئینی ترمیم اور دیگر اسلامی دفعات بھی غیر مؤثر ہو گئی ہیں۔ اور یہ تاثر قادیانیوں اور دیگر سیکولر لابیوں کے متحرک ہونے اور ان کی آزادانہ دین دشمن سرگرمیوں میں اضافے کی وجہ سے قائم ہوا تھا۔ مجلس احرار اسلام اور دیگر دینی جماعتوں نے حکومت سے اس معاملے میں واضح موقف کے اعلان کا مطالبہ کیا تھا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ حکومت نے وضاحت کردی ہے۔ اُمید ہے کہ حکومت ان لادین عناصر کی دین دشمن سرگرمیوں کا بھی تدارک کرے گی جو وہ آزادانہ طور پر ملک بھر میں جاری کئے ہوئے ہیں۔ اور پاکستان کے نظریاتی تشخص کو تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

۲۲ ویں سالانہ شہداء ختمِ نبوت کانفرنس:

مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام چناب نگر (ربوہ) میں ۲۲ ویں سالانہ شہداء ختمِ نبوت کانفرنس ۲۔۳۔ مارچ ۲۰۰۰ کو منعقد ہو رہی ہے۔ جس میں زعماء احرار کے علاوہ مختلف شعبوں کے نمائندہ حضرات بھی شریک ہو رہے ہیں۔ کانفرنس کے شرکاء ۱۹۵۳ء میں تحفظ ختمِ نبوت کے عظیم مشن پر اپنی جانیں نثار کرنے والے بہادر مسلمانوں کو خراجِ تحسین پیش کریں گے اور ان کی یاد سے اپنے ایمانوں کو جلا بخشیں گے۔ اس کانفرنس کا آغاز امیر شریعت کے جانشینِ اوّل حضرت سید ابوذر بخاری اور جانشینِ ثانی حضرت سید عطاء المحسن بخاری رحمہم اللہ نے کیا تھا۔ اور اب جانشینِ ثالث حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم کی امارت و قیادت میں قافلۂ احرار رواں دواں ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے کامیابیوں سے ہمکنار کرے۔ (آمین)

۱۹۵۳ء میں جب مرزائیوں نے پاکستان کے اقتدار پر قبضہ کرنے کی سازش تیار کی تو مجلس احرار اسلام نے اس سازش کو طشت از بام کیا۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے رفقاء نے مجلس احرار اسلام کے اسٹیج پر تمام مسلمانوں کو متحد و متفق کر کے حکومت سے مطالبہ کیا کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے اور وزارت خارجہ کے اہم ترین عہدہ سے سر ظفر اللہ قادیانی آنجہانی کو برطرف کیا جائے۔ پاکستان کے مسلم لیگی وزیر اعظم خواجہ ناظم الدین نے امریکی گندم اور امداد بند ہونے کا بہانہ بنا کر مطالبات تسلیم کرنے سے انکار کیا اور جنرل اعظم خان کے ذریعے تحریک کو تشدد سے کچل دیا۔ غریب مسلمان ناموس رسالت کا تحفظ کرتے ہوئے خون میں نہا گئے اور اعظم خان نے امپورٹڈ گولیوں سے ہزاروں مسلمانوں کے سینے چھلنی کر دیے۔ شہداء ختم نبوت کا خون رنگ لایا اور ۱۹۷۴ء میں وہی مطالبات تسلیم ہو کر آئین کا حصہ بن گئے۔

ختم نبوت کے شہیدو، اسلام کے بہادر سپوتو، تمہاری کیا ہی بات ہے، تم نے اپنے مقدس خون سے جہد و ایثار اور ایمان و ایقان کی جو سرخ لکیر کھینچی تھی وہ آج ہمارے لیے نشانِ منزل ہے۔ ساغر صدیقی مرحوم نے سچ کہا تھا:

سو سو سلام تم پر
دوزخ حرام تم پر
تم نے اٹھا لیا ہے
تم نے بچا لیا ہے
بطحا کا سبز پرچم

اشاعت خاص

بیاد امیر احرار، سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ نقیب ختم نبوت ملتان اپنے بانی مدیر اور مجلس احرار اسلام کے امیر حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم شخصیت پر عنقریب ایک یادگار تاریخی نمبر شائع کر رہا ہے۔ مجلس احرار اسلام سے وابستہ کارکنوں، حضرت شاہ جی کے ذاتی دوستوں اور ان کی شخصیت سے متاثر ہونے والے احباب سے گزارش ہے کہ وہ اپنے تاثرات اپنی یادیں اور ملاقاتیں جلد قلم بند کر کے ادارہ کو ارسال فرمائیں۔

جن احباب کے پاس حضرت شاہ کی کوئی تحریر، آٹوگراف یا آڈیو کیسٹ موجود ہیں تو اس کی نقل عطا فرمائیں۔ تاکہ اس عظیم نمبر میں اسے شامل کیا جا سکے۔ ان شاء اللہ یہ نمبر صوری اور معنوی اعتبار سے تاریخی حیثیت کا حامل ہوگا۔

پرفیسر عابد صدیق (بہاولپور)

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ہر دعویٰ اظہار ز بس عجزِ بیاں ہے
بے مدحتِ شہ لفظ، فقط ننگِ زباں ہے

الحمد! مرے شعر کا منصب تری توصیف
والشکر! ترا ذکر مرا محورِ جاں ہے

بے سمت جو ہو سیر تو آوارہ خرامی
میرے لیے قبلہ ترے پاؤں کا نشاں ہے

اُسوہ ہے ترا یاوریِ بخت کا حاصل
تقلید تری باعثِ فوزِ دو جہاں ہے

شاہی کا سزا وار تو میرے دل و جاں کی
اور تیری غلامی مرا تمغا و نشاں ہے

ہے تیری شفاعت سے یہ امید سبھی کو
اُمت کو تری آتشِ دوزخ سے اماں ہے

تو زیب دہِ باغِ دو عالم، گلِ خوش رنگ
تو بادشہِ سلطنتِ کون و مکاں ہے

تو وسعتِ عالم کو محیطِ ابر کرم ہے
خلقت کے لیے فیض کا دریائے رواں ہے

عابد کوئی لے جائے وہاں مجھ کو اڑا کے
وہ پوچھ رہے ہیں مرا دیوانہ کہاں ہے

○

راشد محمود اثر (ملتان)

اصحاب رسول رضی اللہ عنھم

رنگِ مہرو وفا
سر تا سر، پا بہ پا
اختران رسول
صحنِ مسلم کے پھول
سب کے سب کہکشاں
روشنی کے نشاں
وہ نہیں تھے جدا
ان سے راضی خدا
وہ قناعت پسند
ان کی ہمت بلند
ان کی فطرت سلیم
ان کی سیرت عظیم
ان کے دل میں خدا
ان کی جاں مصطفیٰ
روشنی کی امنگ
زندگی کی ترنگ
نور سی چاشنی
نیکیوں کے دھنی
وہ تھے صدق و صفا
فقر میں بھی سخا
وہ نبی کے ندیم
وہ مدبر، فہیم
دوستی میں سحاب
وہ عدو پر عذاب
وہ بہادر جری
ان کی باتیں کھری
منطقی گفتگو....
چارہ گر نرم خو
خوبصورت، حسیں
سب کی روشن جبیں
اک شگفتہ ہنسی
شبنمی شبنمی
عجز کی انتہا
وہ تھے کامل حیا
موت کی جستجو
ہر گھڑی دو بدو
دیں کے پرچم ہیں وہ
مثل مرہم ہیں وہ

○

علامہ انور صابری مرحوم

تبصرہ

اس دور کی مردہ نبضوں میں احساس کو زندہ کون کرے
مایوس فضاؤں میں جی کر یوں خونِ تمنا کون کرے

ایثار کے ہر اک پہلو سے جب آنکھ بچائی جاتی ہو
جس خون سے قومیں بنتی ہیں اُس خون کا سودا کون کرے

جب حسنِ چمن آزاد نہیں تقسیم نشیمن یہ کیسی
موہوم تسلی سے دل کے جذبات کو ٹھنڈا کون کرے

اسلاف کے خونیں افسانے یہ راز بتاتے ہیں اب بھی
آسان ہے دنیا پر قبضہ تلوار پہ قبضہ کون کرے

غیروں کے تنفر سے مجھ کو انکار نہیں ہے کچھ لیکن
غیروں سے لڑائی کی خاطر گھر ہی میں جھگڑا کون کرے

اجزاءِ مخالف کو یک جا کرنے کا نتیجہ کیا ہوگا،
جب عیش پسندی فطرت ہو اس راز کو افشاں کون کرے

اسلام برائے نام سہی اغراض سے برتر ہے قائد
ناکامیٔ مستقبل کی قسم اس نام کو رسوا کون کرے

بے سود ہے فکرِ چارہ گری کاموں میں افرا تفری ہے
بخشا ہے جسے خود اپنوں نے اس غم کا مداوا کون کرے

تقریرِ بخاری کا انور مفہوم میں اتنا سمجھا ہوں
جینے کی تمنا سے پہلے مرنے کی تمنا کون کرے

(جانباز مرزا مرحوم)

تلقین

اگر ہم آدمی ہوتے ہوئے انسان بن جائیں
تو پھر تاریخ عالم کے لئے عنوان بن جائیں

بتوں کو توڑ دیں اور چھوڑ دیں آئین افرنگی
خدائی میں خدا کا آخری فرمان بن جائیں

ہماری ٹھوکروں میں سلطنت ہو سارے عالم کی
مسلمانو! اگر ہم صاحبِ ایمان بن جائیں

ارادہ تو کرو اوجِ ثریا تک پہنچنے کا
ستارے جگمگا کر راستے کی جان بن جائیں

سمندر کی روانی چند لمحوں کی روانی ہے
یہی موجیں اٹھیں اور بڑھ کے اک طوفان بن جائیں

اگر تم موت کو ایک کھیل سمجھو زندگانی کا
حیاتِ جاودانی کے لئے سامان بن جائیں

تمہاری ہڈیاں اینٹیں اگر ہوں اور لہو گارا
تو سب ٹوٹے ہوئے اسلام کے ایوان بن جائیں

سید محمد یونس بخاری

اے میرے کشمیر

اے میرے کشمیر تو میری، میں تیری تقدیر — تو میرا بازوئے حیدر میں تیری شمشیر
تو میری جرأت کا امیں اور میں تیرا شبیر — تیرے ہر قریے میں گونجے نعرۂ تکبیر
دشمن کی نظروں میں ہے بس یہی تری تقصیر — کب ٹوٹے گی زنجیر.........اے میرے کشمیر

تو میرے خوابوں کی وادی تو میری تعبیر — تو میری سوچوں کا مسکن تو میری تحریر
تو میری تخییل کا باسی من موہنی تصویر — تو میرے جذبوں کی حلاوت لفظوں کی توقیر
ترے بدن سے کب نکلیں گے جورو ستم کے تیر — کب ٹوٹے گی زنجیر.........اے میرے کشمیر

سورج کی رو پہلی کرنوں میں تیری تنویر — چاند کی خوش کن رشنائی میں ہے تیری تاثیر
حسن ترے کو جو بھی دیکھے ہو یک لخت اسیر — کہیں نہیں ہے سارے جگ میں تیری کوئی نظیر
لیکن ایک ادھوری خواہش رکھتی ہے دلگیر — کب ٹوٹے گی زنجیر.........اے میرے کشمیر

تجھ پر لاگو ہے مدت سے غلط سلط تعزیر — عمر سے محوِ کربِ مسلسل تو اے مہرِ منیر
تجھے اذیت دے کر خوش ہیں بِکے زرد ضمیر — بے حس خاک سے اٹھا جن کا نا ہنجار خمیر
تیری آزادی میں ہے اب کیوں اتنی تاخیر — کب ٹوٹے گی زنجیر.........اے میرے کشمیر

دل سے نکلی آہ کی دنیا بھر میں ہے تشہیر — دشمن مجھ کو سمجھ رہا ہے اک لاچار فقیر
میں قرطاس و قلم کا رسیا یہ میری تدبیر — سچی بات ہمیشہ لکھوں میں سچیار سفیر
یہ میری حسرت کا تموج یہ میری تقریر — کب ٹوٹے گی زنجیر.........اے میرے کشمیر

غزل

سید کاشف گیلانی

مری دعا کو جو اذن رسائی دیتا ہے — وہ ذرے ذرے میں مجھکو دکھائی دیتا ہے
فقیہ شہر کا دامن بھی صاف ہے تو کہو — کسی کے جرم کی کیونکر صفائی دیتا ہے
اس ابتلا سے نہ مانگوں میں کیوں خدا کی پناہ — کروں میں جس سے بھی نیکی برائی دیتا ہے
ہلاکے عدل کی زنجیر ہم بھی دیکھیں گے — کہ منصفوں کو کہاں تک سنائی دیتا ہے
سنا ہے خفیہ روابط ہیں اسکے غیروں سے — وہ رہ نما جو ہمیں رہ نمائی دیتا ہے
ملا کسی کو نہ انصاف شاہ کے در سے — گیا ہے در پہ جو اس کے دہائی دیتا ہے
ہمیں تو لوٹ لیا ہے کسی نے دھوکے سے — وگرنہ کون یوں اپنی کمائی دیتا ہے
پڑے گا وقت تو وہ اک خدا ہے جو کاشف — تمہارے نطق کو شعلہ نوائی دیتا ہے

سید محمد کفیل بخاری

قافلۂ احرار

ابھی کل کی بات ہے۔ ۱۹۵۳ء کا ذکر ہے۔ اسلامی مملکت میں ظالم کا اقتدار تھا۔ جبر استبداد تھا، شیطان کا راج تھا، لاٹھیاں برس رہی تھیں، داڑھیاں نوچی جارہی تھیں، گولیاں چل رہی تھیں، خون بہہ رہا تھا، لاشیں تڑپ رہی تھیں۔

ظلم کے اس طوفان میں، لاٹھیوں کی برسات میں، گولیوں کی بوچھاڑ میں، سرخ پرچموں کے سائے میں، حق پرستوں کا اک قافلہ رواں دواں ہے۔ جس کا ہر فرد جری اور جیالا ہے جس نے ماؤں کی محبت، حرم کی رفاقت، اولاد کی شفقت، دولت وصولت، گھر کی راحت غرض سب کچھ دین پر قربان کرنے کا عہد کیا ہے۔ جس نے ناموسِ رسالت کے تحفظ کی قسم کھائی ہے۔

رہنما قید، احرار معتوب، پاؤں میں بیڑیاں، ہاتھ میں زنجیریں، زباں پر پہرے مگر عزم جواں، سینوں میں جذبوں کا طوفاں، تاریخ کی شہادت ہے، جبر کے اس ماحول میں احرار کا کردار ہے۔

نعرے گونج رہے تھے۔ نعرۂ تکبیر، اللہ اکبر۔ تاج و تختِ ختم نبوت زندہ باد۔ مرزائی کافر ومرتد ہیں۔ اسلام کے غدار ہیں، انگریز کے دلدار ہیں، زن، زر کے طلبگار ہیں، جھوٹے ہیں مکار ہیں، قزاق ہیں عیار ہیں، خود مرزا کے بقول "بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار ہیں۔

لاٹھیاں برستی رہیں۔ داڑھیاں نچتی رہیں، گولیاں چلتی رہیں، خون بہتا رہا، لاشیں تڑپتی رہیں، کارواں بنتا گیا، قافلہ بڑھتا گیا۔

یہ ۱۹۷۴ء ہے۔ پھر تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت ہے۔ شہروں میں، دیہاتوں میں، جلسوں میں، جلوسوں میں، اسمبلی میں ایوانوں میں، اِک شور بپا ہے۔ مرزائی غیر مسلم اقلیت ہیں۔ ابوذر کی قیادت میں قافلہ چلتا رہا، کارواں بنتا گیا۔

رنگ لایا ہے شہیدوں کا لہو

حکومت مجبور، قانون منظور، مرزائی غیر مسلم ہیں۔

یہ ۱۹۸۴ء ہے۔ محسن کی امارت میں، کارواں چلتا رہا، قافلہ بڑھتا رہا، قانون امتناعِ قادیانیت ہے، مرزا طاہر مفرور ہے۔

اب کہ........ ۲۰۰۰ء ہے۔ صدی کا اختتام ہے۔ سفر جاری ہے، منزل قریب ہے۔

تمہیں یاد ہے۔

امیر شریعت نے فرمایا تھا: "احرار کا قیام و بقا ایک شرعی امر ہے"۔

یہ پرچم ختمِ نبوت ہے، تمہاری عزت و حرمت ہے، یہی سنگِ میل ہے۔ پھر اسی نعرۂ حق کی صدائے باز گشت ہے۔

لاٹھیاں برستی رہیں، داڑھیاں نچتی رہیں، گولیاں چلتی رہیں، خون بہتا رہے، لاشیں تڑپتی رہیں۔

قافلے والو! شہداء ختمِ نبوت کے وارثو! مھیمن کی قیادت میں، مھیمن کی رفاقت میں، مھیمن کی سیادت میں آگے بڑھو!

لاٹھیاں ٹوٹ جائیں گی، گولیاں ختم ہوجائیں گی، ظالم عبرت کا نشاں ہوں گے۔ یہ ملک ہمارا ہے۔ اللہ کی دھرتی پر اللہ کی حکومت ہوگی...... رنگ لائے گا شہیدوں کا لہو

فیصلہ ہوچکا ہے منزل ہماری ہے، فتح مقدر ہے، دشمن جاں بلب ہے، نعرے گونج رہے ہیں۔ نعرۂ تکبیر اللہ اکبر، تاج و تخت ختمِ نبوت زندہ باد۔ یہی تو حکمِ رسول ہے۔

الجهاد ماض الیٰ یوم القیمة　جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔!

غدارانِ ختمِ نبوت کا عبرتناک انجام

"جن لوگوں نے ۱۹۵۳ء میں عاشقانِ ختمِ نبوت کو شہید کیا اور اُن کے خون سے ہولی کھیلی ہے، میں اندرخانہ کے راز دار کی حیثیت سے جانتا ہوں کہ ان پر کیا بیت رہی ہے اور وہ کن حادثات و سانحات کا شکار ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب کا اطمینان سلب کر لیا اور ان کی روحوں کو سرطان میں مبتلا کر دیا ہے"

(سردار عبدالرب نشتر مرحوم)

راوی: شورش کاشمیری مرحوم

مرزا قادیانی کے پچاس جھوٹ

(ابو عبیدہ نظام الدین) =/۱۰

قادیانیت شکن

(محمد طاہر رزاق) =/۷۵ روپے

بخاری اکیڈمی: دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061-511961

محمد عمر فاروق

شمشیر و سناں اوّل

۵، فروری کو کشمیری بھائیوں سے اظہار یکجہتی کے لئے ملک بھر میں جلسے، جلوس اور متنوع تقاریب کا انعقاد ہوا۔ اس سے اگلے روز ایک اخبار میں چھپنے والی ایک تصویر نے دل و دماغ کے صحرا میں مرجھاتے نخلِ امید کو پھر سے ہرا کر دیا۔ یہ تصویر کراچی میں ہونے والے مظاہرے میں شریک دو محجوب خواتین کی تھی۔ جنھوں نے اپنے سروں پر "اللہ اکبر" سے مزین پٹیاں باندھی ہوئی تھیں اور ان میں سے ایک خاتون نے اپنے کندھے پر راکٹ لانچر اٹھا رکھا تھا۔ سچی بات ہے کہ میں ان دخترانِ ملت کے عزم جہاد سے معمور ایمانی جذبات کے اس دلیرانہ اظہار کو دیکھ کر خوشی سے جھوم گیا کہ ایسی بہنوں اور بیٹیوں کے ہوتے ہوئے ہمیں کون شکست دے سکتا ہے۔

یہ ایمان پرور منظر ان مفاد پرست سیاستدانوں کے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ ہے، جو عوام کو امریکہ کے آگے گھٹنے ٹیک دینے کے لیے طرح طرح کے وسوسے اور اندیشے پھیلا کر انہیں خوف زدہ کرنے میں معروف ہیں۔ کبھی سی ٹی بی ٹی پر دستخط نہ کرنے پر عالمی منظر نامے میں پاکستان کے تنہا رہ جانے کا "ڈراوا" دیا جاتا ہے۔ کبھی جہاد کو دہشت گردی سے جوڑ کر پاکستان کو دہشت گرد قرار دیئے جانے کا خوف مسلط کیا جاتا ہے اور کبھی اسامہ بن لادن کی گرفتاری کے لیے امریکہ سے تعاون نہ کرنے پر اقتصادی پابندیاں عائد کیے جانے کی دھمکیوں سے ہراساں کیا جاتا ہے۔

یہ حقیقت کسی سے چھپی ڈھکی نہیں ہے کہ پاکستان جنوبی ایشیاء میں جس اہم جغرافیائی حیثیت کا مالک ہے۔ اس کے پیش نظر امریکہ پاکستان کو دہشت گرد ملک قرار دے کر اس خطے سے وابستہ مفادات کو کسی قیمت پر کبھی بھی کھونا نہیں چاہے گا۔ ایٹمی دھماکوں، جمہوریت کے خاتمہ اور فوجی حکومت کے قیام کے باوجود امریکہ پاکستان کے خلاف اگر کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھا سکا تو اس کے پس پردہ امریکی مفادات پر مبنی سٹریٹیجی ہی ہے۔ جس نے امریکہ کو ایسے کسی بھی فیصلے سے باز رکھا ہوا ہے۔ جو سیاسی رہنما اور دانشور امریکی ڈالروں کی چکا چوند سے چندھیا اور سٹھیا چکے ہیں وہ امریکہ کی سپر میسی اور ناقابل شکست طاقت ہونے کا ہوّا اس لیے کھڑا کیے ہوئے ہیں تاکہ سوویت یونین کے انہدام کے بعد امریکی استعمار سے وابستہ ان کی دال روٹی کا سلسلہ منقطع ہوئے بغیر چلتا رہے۔ فی الحقیقت پاکستان کو اصل خطرہ اسی داخلی دوست نما دشمن طبقے سے ہے۔ جو بیرونی قوتوں کی منشاء پر قوم کے اعصاب شل کرنا چاہتا ہے۔ تاکہ ایسٹ انڈیا کمپنی کی طرز پر یہاں سامراجیوں کی حاکمیت و بالادستی کی راہ ہموار کی جاسکے۔

وطن عزیز میں ایک دوسرا گروہ این جی اوز مافیا کی صورت میں بھی سرگرم عمل ہے۔ جس نے بھاری بھرکم غیر ملکی کرنسی کی شکل میں تنخواہوں اور لامحدود سہولیات و تعیشات کی خاطر تخریبی کاروائیوں اور فکری

بدکاریوں کا مکروہ دھندا عروج پر پہنچا رکھا ہے۔اس طبقۂ ناہنجار نے ایٹمی دھماکے کرنے پر ڈاکٹر عبد القدیر خان کے جنازے نکالے، کارگل میں فوجی کارروائی کی مخالفت کی،قانون توہین رسالت کے مرتکب ابلیس زادوں کی رہائی کے لیے غیر ملکی دباؤ استعمال کیا۔سارقین نبوت قادیانیوں کے منقیچے کا کردار ادا کیا اور پاکستان میں انسانی حقوق کی پامالی کا بین الاقوامی سطح پر پروپیگنڈا کیا۔لیکن اس طائفہ خبیثہ کو کشمیر، الجزائر اور چیچنیا میں ظلم واستبداد کبھی دکھائی نہ دیا۔ کیونکہ جب منفعت ومفادات کی چربی دل ودماغ پر چڑھ جاتی ہے تو پھر ظلم ووحشت بھی انصاف ومساوات دکھائی دینے لگتا ہے۔

اللہ بھلا کرے افغان مجاہدین کا کہ جنہوں نے امت مسلمہ کو جہاد کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا۔یہ جہاد ہی کی برکت ہے کہ پوری دنیا میں امریکہ اور دیگر کفریہ طاقتیں اگر کسی قوت سے خوف زدہ ہیں تو وہ عزم جہاد سے سرشار مجاہدین اسلام ہیں۔ان سرفروش مجاہدوں نے عالم کفر کو یہ احساس دلایا ہے کہ گناہگار سے گناہگار مسلمان میں جب روح جہاد جاگ اٹھتی ہے تو وہ کفر کے ہر ظلم و ستم کے آگے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جاتا ہے۔اگر مسلمانوں میں جذبۂ جہاد بیدار نہ ہوتا تو عالمی کفریہ طاقتیں اور ان کے پالتو سیاستدان ،دانشور اور این جی اوز دنیا بھر کے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیتے اور بے مہار ہاتھی کی طرح اسلام کے نام لیواؤں کو قدموں تلے روند ڈالنے سے بھی گریز نہ کرتے۔

حال ہی میں جنرل مشرف نے جہادی قوتوں کو متحد ہونے کا مشورہ دے کر اس حقیقت کی نقاب کشائی کر دی ہے کہ کشمیر کو بزور شمشیر یعنی جہاد ہی سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔لیکن دوسری طرف تعلیمی نصاب سے جہاد کے احکام ومسائل پر مبنی سورۃ توبہ کو حذف کرنے کی اطلاعات بھی گردش کر رہی ہیں۔امریکہ کی خوشنودی کے لیے کالجوں سے فوجی تربیت کا پروگرام این سی سی یکدم بند کر دیا گیا ہے۔اور سابق چیچن صدر زیلم خان اور ان کے ہمراہیوں پر پاکستانی خفیہ ایجنسیوں کے اہلکاروں نے تشدد کر کے چیچن جانبازوں کی روح پر چرکے لگائے ہیں۔حیرت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ پاک فوج کا ماٹو ہے۔مگر فوج کی اپنی حکومت کے عہد ہی میں اس مقدس اسلامی شعار کی توہین ورسوائی کی جارہی ہے۔آخر وہ کون سا گروہ سرگرم کار ہے جو فوج اور عوام میں فاصلے پیدا کر کے خانہ جنگی کے لیے فضاء سازگار بنا رہا ہے۔جب تک دشمن کے ان ناپاک عزائم کی قلعی نہیں کھولی جائے گی۔خطرات کے بادل مزید گھیرے ہوتے جائیں گے۔

اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب اور عظیم قافلہ سالار آزادی حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جہاد کے متعلق کیا خوب فرمایا ہے کہ " جہاد ایمان کی روح ہے اور مجاہدین کا ستون ،جہاد سے انکار کفر ہے اور کفر ظلمت قلب، دل سیاہ ہو تو انسان انسانیت کے دائرے سے نکل جاتا ہے۔دل سیاہ ہو تو انسان خدا کو بھول کر عیش و عشرت میں کھوجاتا ہے۔دل سیاہ ہو تو تیغ وسناں جو انسان کے زیور ہیں ان کی جگہ طاؤس ورباب لے لیتے ہیں۔جب قومیں طاؤس ورباب کی رسیا ہو جاتی ہیں تو مٹ جاتی ہیں اور ان کی تباہی دوسروں کے لیے عبرت کا درس بن جاتی ہے۔"

سید یونس الحسنی

تو کہاں ہے میرے چمن میں آ

گزشتہ دنوں پی ٹی وی دیکھا - کسی قومی مسئلے پر مذاکرہ ہو رہا تھا - دراز زلفوں کے حامل جدید مفکرین کا گروہ محو سخن تھا - عنوان زیر بحث پر بہ ظاہر اردو میں گفتگو ہو رہی تھی - میزبان سمیت تمام شرکاء اپنا مافی الضمیر بیان کر رہے تھے - لیکن ہم بارہ چودہ ناظرین دم بخود - یااللہ! یہ کون سی زبان ہے جس میں بات ہو رہی ہے - شرکائے مذاکرہ کی زبانوں سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ دہائی دے رہا تھا کہ یہ لوگ قومی زبان میں بات کرنے کی بجائے اس کے ساتھ بری طرح برسرپیکار ہیں - عام آدمی معاملے کو جاننا بھی چاہے تو ناکامی کا منہ دیکھے گا - کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئے گی - وجہ صاف ظاہر ہے کہ اردو زبان پر انگریزی تیر و نشتر چلا کر اس کے خوش پیرہن کو تار تار کیا جا رہا تھا - نمونہ مشتے از خروارے ملاحظہ ہو -

''ہم اپنے ٹارگٹ کو اچیو کرنے کے لئے تمام اَن نیسیسری رسٹرکشنز کٹ آف کریں گے لیکن فار دس پرپز اپنے ڈیٹرمینیشن اینڈ ایمبیشن کو اوپن کرنا ہوگا اور وائز بون آف کنٹینشن ایزاٹ از رہے گی - ہماری ٹرائی ہے انٹرنیشنل لیول پر آل اوور سپریڈ کنفیوژن ایز سون ایز پاسیبل ہش اپ ہو - کلوو ڈی سکائی کمپلیٹلی کلیئر ہو ایسا ایٹما سفیر کری ایٹ ہو جو اور اون کیلکولیٹڈ ہو جس پر ہم پراوڈ ہوں - اب وی شڈ تھنک دیٹ باؤ از اٹ پاسیبل''؟

ستم بالائے ستم میزبان کے مطابق یہ نئی نسل کا نمائندہ مفکر تھا - اس پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے - غور کیجئے محولہ بالا اقتباس کس زبان کا ہے؟ کیا اسے اردو کہا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب تو پی ٹی وی کے بزرجمہر ہی دے سکتے ہیں - راقم کی سوچی سمجھی رائے ہے کسی قوم کی زبان اُس کی غیرت کی نمائندہ اور افراد قوم کیلئے وجہ افتخار ہوتی ہے - پرانی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیجئے - عہد حاضر میں دریافت شدہ اقوام و ملل کی چال ڈھال پر عمیق نگاہ ڈالیئے اس حقیقت کا جادو سر چڑھ کر بولتا آئیگا کہ لوگوں نے اپنی حمیت کو زنگ آلود نہیں ہونے دیا - اپنی زبان کو بے لباس نہیں کیا - طبیعت پر گراں نہ گزرے تو کہوں گا کہ ماضی قریب میں صرف زبان ہی کی بنیاد پر مشرقی پاکستان بنگلہ دیش میں تبدیل ہوگیا - زبان کی بیحرمتی کی بنیاد پر کئی ملکوں کے جغرافیے بدل گئے - ہم نے پھر بھی کوئی سبق حاصل نہیں کیا - برقی ذریعہ ابلاغ (الیکٹرانک میڈیا) ہماری قومی زبان کو عجیب سے بگاڑ میں مبتلا کر رہا ہے - خدا معلوم یہ فعل ارادی ہے یا غیر ارادی تاہم ہے قابل مذمت - ابلاغ عامہ کے اس موثر ترین ذریعے کو ملی زبان کا نگہبان ہونا چاہیئے تھا -

ان گذارشات کا مقصود و مطلوب یہ ہے کہ وطن عزیز ایک نظریاتی ملک ہے - اسکے بنیادی نظریے میں یہ بات شامل تھی کہ ''ہماری ثقافت، تہذیب و تمدن، دین اور زبان ہندو سے مختلف ہے اسلئے ہمارا اکٹھا رہنا

خلاف فطرت ہے" اب یہ نظریہ آناً فاناً معرضِ تغیر میں کیونکر چلا گیا۔ نئی نسل کے نام نہاد نمائندگان کے توسل سے ہم کس قسم کی زبان کا اجرا کر رہے ہیں۔ اسکے محرکات کیا ہیں؟ اسکی ضرورت کیوں پیش آئی۔ فرنگی نے آج تک اپنی زبان تبدیل نہیں کی، تمدن نہیں بدلا، لباس ترک نہیں کیا، منافقانہ سیاست نہیں چھوڑی، دجل وفریب سے باز نہیں آیا، عظمت انسانیت کے بام پر دنیا بھر کے انسانوں سے اُسکی ریاکاری بدستور ہے۔ خوشنما وعدوں کی میٹھی گولی سے ساری دنیا کو اپنا تابع مہمل بنانے کی مکروہ سازشوں پر عمل پیرا ہے "کزن میرج" (خاندانی شادی) سے بچنے کا سراسر جھوٹا نظریہ پیش کیا۔ تشکیک کا دام ہمہ رنگ زمین پھیلا کر دینِ حق سے برگشتگی کی راہ کھولی، ہماری نژاد نو کو ہمہ نوعی ضلالت کے قعر مذلت میں دھکیلا۔ ایک ہم ہیں کہ ادنیٰ دشمن کی اس ناسشکور سعی کو انسانی ہمدردی پر محمول کرتے رہے وہ ہماری اقتصادی اور اٹامک انرجی کے درپے ہے اور ہم دین بیزاری کو ترقی سمجھ بیٹھے ہیں۔ آخر ہم اتنے مجبور ولاغر، بے کس وبے بس کب کیسے اور کیوں ہوگئے کہ اپنی حسین وجمیل مادری زبان کو مشرف بہ مغرب کر رہے ہیں۔ ہم اپنی قومی غیرت کو "منی سکرٹ" (چھوٹا کچھا) کیوں پہنا رہے ہیں۔ انگریزی ضرور سیکھنی چاہیے صرف اور صرف زبان کی حیثیت سے کسی لازمے کے طور پر ہرگز نہیں کہ یہ غلاموں کا شیوہ ہے مردان حر کی عادت نہیں۔ اسے اپنے اوپر ٹھونس لینا، مادری زبان تیاگ کر بدیسی زبان کو اپنے اوپر حاوی کرلینا قرینِ دانش وحکم نہیں۔ اس سے مرعوبیت کا یہ بھونڈا اظہار کسی بھی طرح مستحسن قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کچھ عرصہ بیشتر ایک کتاب کا مطالعہ کررہا تھا۔ اس کا نام تھا "ایک پاکستانی کی سرگزشت" ایک عجیب مگر غیرت مندی کا واقعہ اُس میں بیان کیا گیا تھا۔ کوئی ملک صاحب تھے جو لندن میں قیام پذیر تھے۔ گرمائی تعطیلات میں کیمبرج سے پیرس چلے گئے۔ ایک دوست ہمراہ تھا کہتے ہیں ایک دن سیر کرتے ہوئے ایک کیفے میں کافی پینے بیٹھ گئے۔ ہم دونوں ایک دوسرے سے انگلش میں گفتگو کر رہے تھے۔ ہماری دائیں جانب کچھ فاصلے پر ایک فرانسیسی نوجوان بیٹھا کسی مشروب سے لطف اندوز ہورہا تھا۔ یکایک ہماری طرف رخ پھیر کر گویا ہوا " جناب میں آپ کے پاس تھوڑی دیر بیٹھ سکتا ہوں "۔ ہم نے اسے بخوشی اجازت دیدی۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور ہماری میز کے پاس ایک خالی کرسی پر آکر بیٹھ گیا۔ ہم بدستور زبان افرنگ میں سخن طرازیاں کرتے رہے۔ اس نوجوان نے ہماری بات کاٹنے کی معذرت کرتے ہوئے کہا" آپ پاکستانی لگتے ہیں"۔ ہم نے کہا بالکل پاکستانی ہیں۔ کہنے لگا " باہم بات چیت تو انگریزی میں کر رہے ہیں۔ کیا یہ آپ کی قومی زبان ہے؟ ہم نے کہا نہیں تو، ہماری قومی زبان اردو ہے۔ یہ انگلش ویسے ہی سیکھنے سکھانے اور اس میں روانی پیدا کرنے کیلئے بول رہے ہیں۔ اسکے سوا ہمارا کوئی مقصد نہیں۔ وہ فوراً اچھلا کر بولا" آپ کو شدید غلط فہمی ہے اس انگریزی زبان کی اپنی خاص ساخت وپرداخت ہے۔ یہ ایک خاص تہذیب وتمدن کی نمائندہ ہے۔ اسے سیکھنے اور روانی پیدا کرنے کیلئے کسی انگریز سے بات چیت کریں آپس میں تو آپ کو صرف اپنی قومی زبان میں بات کرنا چاہیے۔ میں نے خود انگریزی سیکھنے کیلئے لندن سکول آف اکنامکس میں داخلہ لے رکھا ہے وہاں انگریزی پڑھتا ہوں

بولتا بھی ہوں مگر صرف انگریزوں کے ساتھ۔ میری غیرت گوارا نہیں کرتی کہ اپنے کسی ہم وطن کے ساتھ فرنچ کے علاوہ کسی اور زبان میں بات کروں۔ پورے فرانس کے باسیوں کا یہی رخ اور انداز ہے کیونکہ یہ ہماری قومی غیرت کا معاملہ ہے''۔ یہ کہ کر وہ فوراً اُٹھ کر چلا گیا اور ہم سوچوں کے بحرِ قلزم میں غرق ہو کر رہ گئے۔

مذکورہ واقعہ کے تناظر میں اپنے احوال واقعی خاصے عبرتناک ہیں۔ ہم نے انگلش میں سوچا، انگلش میں پڑھا، انگلش تمدن اختیار کیا، ہماری وضع قطع، اٹھک بیٹھک، چال ڈھال سب کچھ انگلش ہو گیا۔ نو آبادیاتی دور کی یہ سامراجی زبان ہمارا اوڑھنا بچھونا ہے۔ اس سے شعوری یا غیر شعوری خوفزدگی کا یہ عالم ہے کہ اسے اپنی تمام ترظاہری و باطنی ترقیوں کا زینہ سمجھ لیا گیا ہے۔ باون برس قبل آزادی کا پھریرا لہرانے کے باوجود ہم استعماری زبان سے چھٹکارا حاصل نہیں کر سکے۔ قومی زبان سے ہچکچاہٹ نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا۔ دفتری زبان انگلش، عدالتی زبان انگلش، جلسوں کی زبان انگلش۔ ٹی وی مذاکروں کی زبان انگلش۔ تعلیمی ادارے میڈیم کے اعتبار منقسم۔ پاکستان کے نمائندے اردو بولنے، پڑھنے اور لکھنے سے عاری۔ اصلاح کی بجائے کارپردازان حکومت دور کی کوڑی لائے کہ سرکاری مدارس میں پرائمری کلاسز سے انگریزی لازمی کر دی جائے اس سے ترقی کی منزل قریب تر ہو جائیگی۔ مقام فکر ہے۔ دوسری قومیں تو اپنے بچوں کو اپنی قومی زبانوں میں تعلیم دے کر عروج حاصل کریں۔ ایک ہم ہیں کہ ہنس کی چال چل کر اپنی چال بگاڑنے کے درپے ہیں اور اسے اوجِ ثریا کا قرب سمجھتے ہیں۔

فرانسیسی نوجوان نے سچ کہا تھا زبان ہر قوم کی غیرت ہوتی ہے۔ ہم نے اس انداز سے کبھی سوچا ہی نہیں بلکہ ہمیشہ دوسروں کی نقالی میں عافیت کے متلاشی رہتے ہیں۔ کوئی بھی زبان بری نہیں۔ اسے ضرور سیکھئے۔ ترقی کا زینہ بنائیے مگر اپنی غیرت کا سودا نہ کیجئے۔ غیرت خوبصورتی ہے، خوشبو ہے، سرور ہے، کیف ہے، جذب و مستی ہے، انسانیت کا غرور ہے، قوم کا افتخار، اور ملت کا وقار ہے، وطن عزیز کا جزو اساس ہے۔ اس متاع عزیز کو ازکار رفتہ نہ جانئے، اس کو پہچانئے، اس کی طلب کیجئے۔ یہ روشنی ہے اور اپنے فکری اپاہج پن کا علاج بھی، اس کی جستجو کو اپنے اوپر لازم کر لیجئے۔ اردو ہماری زبان ہے، ہماری غیرت ہے، اسے پھر سے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ آج کی پکار یہی ہے۔ ہر باغیرت فغاں بہ لب ہے۔

تو ہوائے لالہ و گل میں آ تو ادائے سرو سمن میں آ

میرے آفتاب کی روشنی تو کہاں ہے میرے چمن میں آ

ملک احمد سرور　　جنرل سیکرٹری تحریک اصلاح معاشرہ پاکستان

ذرائع ابلاغ کے حوالے سے جنرل مشرف کی خدمت میں چند ضروری گزارشات

۱۷ اکتوبر کو قوم سے خطاب کرتے ہوئے آپ نے جو سات نکاتی ایجنڈا دیا ہے، اس کا ہر نکتہ اپنی جگہ نہایت اہم ہے مگر عریانی و فحاشی، بے حیائی اور دیگر معاشرتی برائیوں میں غرق قوم کی اصلاح اور تعمیر سیرت و کردار کو آپ نے اپنے ایجنڈے کا حصہ نہیں بنایا۔ عریانی و فحاشی ایک ایسی برائی ہے جو صرف جنسی بے راہروی کے فروغ کا باعث نہیں بنتی بلکہ بے شمار دیگر معاشرتی برائیوں کی بنیاد بھی رکھتی ہے۔ جس طرح زنگ لوہے کو اور دیمک اچھی سے اچھی لکڑی کو کھا جاتی ہے، عریانی و فحاشی بھی ایسے ہی اخلاق اور معاشرتی اقدار کو تباہ کر دیتی ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں جسطرح رشوت خور اور بد عنوان سرکاری ملازمین نے پاکستان کے اقتصادی و معاشی حالات کو تباہی کے دھانے پر پہنچایا ہے ایسے ہی ذرائع ابلاغ پر قابض عریانی و فحاشی کے دلدادہ عناصر نے قوم کی اخلاقی اقدار کو تباہ کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

جناب چیف ایگزیکٹو! آپ نے اپنے سات نکاتی ایجنڈے میں اقتصادی کرپشن کو تو بہت اہمیت دی ہے مگر اخلاقی اقدار کی کرپشن کا برائے نام بھی تذکرہ نہیں کیا۔ آج ہمارے معاشرے میں روزانہ بیسیوں لڑکیوں کو جو اجتماعی ہوس کا نشانہ بنایا جا رہا ہے وہ ذرائع ابلاغ کی پھیلائی گئی اشتعال انگیز عریانی و فحاشی ہی کا ثمر ہے۔

ہمارے ذرائع ابلاغ (الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا یا دونوں) میں عریانی و فحاشی اور نمائش حسن کی دوڑ لگی ہوئی ہے حالانکہ ان ذرائع ابلاغ کو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان ٹیلی وژن کی نشریات اور دیگر ثقافتی سرگرمیوں کے کرتا دھرتا مختلف حیلے بہانوں، لچر مکالموں، فحش اشاروں کنایوں، لچر لباس میں نسوانی جسم کے نشیب و فراز کی نمائش اور لچر ناچ گانوں کے ذریعے دیدہ دلیری کے ساتھ عریانی و فحاشی اور جنسی بے راہروی پھیلانے میں مصروف ہیں۔ بد قسمتی سے سنسر بورڈ بھی اپنی ذمہ داریاں پوری نہیں کر رہا کہ شاید اس میں بھی عریانی و فحاشی کے دلدادہ افراد ہی شامل ہیں جو نہیں چاہتے کہ ہمارے معاشرے میں اسلامی اقدار کا احیاء ہو۔

اللہ کے باغی، شیطان کے ساتھی۔ عریانی فحاشی، بے حیائی، بدکاری اور بے ہودہ فیشن کے دلدادہ۔ جوا، شراب و شباب کے رسیا۔ حیا سوز ناچ گانوں اور مجروں کے تماش بین۔ آوارہ، بد کردار اور بد چلن لوگ اللہ اور اس کے تمام انبیاء علیہم السلام کی طرف سے قرار دی گئی ہر بدی اور حرام کو حلال قرار دے کر خود کو ترقی پسند، روشن خیال، ماڈریٹ اور لبرل مسلمان کا لقب دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی عیاشی اور گمراہ لوگوں کے لیے قرآن مجید اور دیگر تمام آسمانی کتابوں میں بد ترین عذاب جہنم کی وعید سنائی ہے۔

قرآن میں "غض بصر" کا حکم ہے یعنی آنکھوں کے زنا سے منع کیا گیا ہے۔ عورتوں کے حسن اور ان کی زینت کی دید سے لذت اندوز ہونا مردوں کے لئے اور اجنبی مردوں کو دیکھ کر لطف اندوز ہونا عورتوں کے لئے آنکھوں کا زنا ہے، عیسائیوں کی مقدس کتاب انجیل میں بھی ایسا ہی کہا گیا ہے مگر ہمارے ٹیلی وژن پر تو حسیناؤں کے اشتعال انگیز جلوے دیکھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ قرآن میں عورتوں کے بارے میں حکم ہے کہ "اپنے گھر میں ٹھہری رہو اور ایام جاہلیت کی طرح زینت و جمال کا مظاہرہ نہ کرو" (الاحزاب) مگر ہمارے ٹیلی وژن پر تو خواتین کے جسم کے نشیب و فراز کو نمایاں کر کے دکھایا جاتا ہے۔ اخلاقی اقدار کی تباہی کے لئے سادہ ناچ گانے کوئی کم خطرناک نہ تھے کہ انہیں بدخیالی کے مناظر کے ساتھ پیش کر کے خطرناک ترین بنا کر پوری قوم کو فحش خواب دیکھنے کی ترغیب دی جا رہی ہے۔ یہ جنسی خواب محض خواب نہیں رہتے، یہ گینگ ریپ اور عصمت دریوں میں بدل جاتے ہیں۔ اخبارات کے صفحات چیخ چیخ کر گواہی دے رہے ہیں کہ ہمارے ذرائع ابلاغ جنسی بے راہروی کے فروغ کی انتہائی تباہ کن اور خطرناک پالیسی پر عمل پیرا ہیں۔

عریانی و فحاشی کے علاوہ مزاحیہ ڈراموں اور سٹیج شوز میں مزاح کے نام پر اسلامی اخلاقیات کی دھجیاں بکھیری جا رہی ہیں۔ ان پروگراموں میں جھوٹ، مذاق، طعنہ زنی، نام بگاڑنے، مکر و فریب، دغا بازی، بے ادبی وغیرہ وغیرہ کی ترغیب دی جاتی ہے جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

* مومنو! نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں ممکن ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔ اور نہ ایک دوسرے کو طعنے دو اور نہ ایک دوسرے پر برے القاب چسپاں کرو۔ بہت ہی برا ہے ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا اور جو لوگ ان باتوں سے توبہ نہ کریں گے تو وہی ظالم ہیں۔ (الحجرات 11)

* اور ہلاکت ہے طعنے دینے والے، عیب لگانے والے کے لئے۔ (الھمزہ)

حد یہ ہو گئی ہے کہ ۲۳، اکتوبر کی رات کو ٹیلی وژن پر مقابلہ حسن کا انعقاد بھی کر دیا گیا۔ ہم نے یہ پروگرام خود تو نہیں دیکھا مگر شنیدہ اطلاعات کے مطابق کیپری بیوٹی سوپ بنانے والوں کے زیر اہتمام کراچی میں "بیوٹی فل گرل آف دی ایئر" مقابلہ ہوا جس میں ملک کی معروف ماڈل گرلز اور اداکاراؤں نے شرکت کی اور یہ مقابلہ ٹیلی وژن سے نشر کیا گیا۔

جناب چیف ایگزیکٹو! ذرائع ابلاغ سے پھیلائی جا رہی عریانی و فحاشی کے معاشرے پر پڑنے والے تباہ کن اثرات پر غور کریں، اسے معمولی برائی نہ سمجھیں، یہ صرف مشرقی اور اسلامی تہذیب و ثقافت کو بدلنے کی گھٹیا کوشش ہی نہیں بلکہ یہ ہمارے معاشرے کو گندا کرنے اور حیا سوز بنانے کی بدترین شیطانی سازش بھی ہے۔ اسے روشن خیالی اور ترقی پسندی کا نام دے کر IGNORE نہ کریں بلکہ اسے کلچرل دہشت گردی قرار دے کر اس کے انسداد کی سخت تدابیر اختیار کریں۔ شرم و حیا سے عاری ٹیلی وژن کے لچر پروگرام نسل

نو کے لئے زہر ہلاہل بن چکے ہیں، اس زہر کا تریاق ڈھونڈنے میں تاخیر نہ کریں۔

پاکستان ایک اسلامی ملک ہے، ذرائع ابلاغ کی پر فریب قوت سے یہاں شیطانی تہذیب کو نافذ کرنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ اسلامی معاشرے میں عورت کا نہایت اہم مقام ہے۔ وہ ایک ماں، بہن، بیٹی اور بیوی ہے مگر ذرائع ابلاغ میں اسے ایک محبوبہ اور ماڈل گرل بنا دیا گیا ہے۔ عورت کی اس بڑی توہین و تذلیل اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ اس کا تقدس اور احترام اس سے چھین کر اسے محض ایک اشتہاری چیز بنا دی جائے۔

قوموں کی ترقی، معاشرے کی تعمیر اور نسل نو کی تعلیم و تربیت میں عورت بنیادی کردار کی حامل ہے اور یہ اسی صورت میں اپنا مثبت کردار ادا کر سکتی ہے جب اسے ماں، بہن، بیٹی اور وفا شعار بیوی کے روپ میں پیش کیا جائے۔ ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کا کردار اسلام میں متعین کر دیا گیا ہے اور اس میں حسن و جمال اور جسمانی نشیب و فراز کی نمائش کی کوئی گنجائش نہیں۔ دنیا کے ہر دانشور نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ قوموں کے عروج و زوال میں سب سے زیادہ ہاتھ عورت کا ہے اور ماں کی گود ہر انسان کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے۔ نپولین نے کہا تھا " مجھے بہترین مائیں دو، میں تمہیں بہترین قوم دوں گا" مگر ہمارے ذرائع ابلاغ کہتے ہیں "ہمیں خوبصورت عورت دو، ہم تمہیں تفریح کے لئے بہترین بے حیائی دیں گے"۔

ہمارے چند نام نہاد دانشوروں نے عریانی و فحاشی کو ترقی کا نام دے رکھا ہے اور بد قسمتی سے یہی نام نہاد لوگ ذرائع ابلاغ پر قابض چلے آ رہے ہیں جو کسی صورت بھی خواتین کو حجاب میں اور معاشرے میں اسلامی اقدار کے احیاء کو نہیں دیکھ سکتے۔

جناب چیف ایگزیکٹو! آپ ان نام نہاد روشن خیال ترقی پسند دانشوروں کے جھانسے میں نہ آئیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ان احکام کو سامنے رکھیں۔

(i) اے لوگو جو ایمان لائے ہو، شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔ اس کی پیروی کوئی کرے گا تو وہ اسے فحش اور بدی ہی کا حکم دے گا۔ (النور: ۲۱)

(ii) شیطان تمہیں تنگ دستی دے ڈراتا اور بے حیائی کی راہ سمجھاتا ہے۔ (البقرہ: ۲۶۸)

اسلامی معاشرہ میں عریانی و فحاشی پھیلانے والوں کو انتباہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں کے گروہ میں بے حیائی کی اشاعت ہو ان کے لئے دنیا میں بھی دردناک عذاب ہے اور آخرت میں بھی"۔ (النور: ۱۹)

گزشتہ دونوں حکومتیں جس ذلت و رسوائی سے دوچار ہوئیں ہیں، یقیناً ان کی اس ذلت و رسوائی میں دیگر عوامل اور ان کی سیاہ کاریوں کا بھی دخل ہو گا مگر ہمارے خیال میں ان کے زوال کی سب سے بڑی وجہ پاکستان کے اسلامی معاشرے میں ٹیلی وژن کے ذریعے عریانی و فحاشی پھیلانے کی پالیسی پر عمل کرنا تھا۔ ہم نے ہر دو حکمرانوں تک بار بار بذریعہ اخباری اشتہار اور خطوط اللہ تعالیٰ کا مذکورہ بالا حکم پہنچایا مگر دونوں نے اس پر توجہ نہ

بقیہ 27 پر

جانشینِ امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ

مضمارِ صحافت و انشاء کا نصب العین

اکابر و احباب نے سنا تو انگشت بدندان رہ گئے، بات بھی تو حیرت کی تھی کہ مجھ جیسا ایک قصیر الوسعت اتنی گرانباری کا متحمل ہو جائے اور چند ایک رفقاء بزم مستقبل کے دوش بدوش ادب اسلامی کا کارواں سعی و تفکر کی ناہموار گھاٹیاں عبور کرتے ہوئے وجدان منزل کے خلدزار کی جانب روانہ ہو پڑے اور جن حوادث و وقائع کے جلو میں ہم نے قطع منازل کا سلسلہ جاری رکھا ہے اگر ان کی تفصیل بیان کی جائے تو اس کے لئے یقیناً ایک ضخیم دفتر درکار ہوگا، لیکن صعائب سفر کی مشکل پسندی سے گھبر کر قدم قدم پر نوحہ و ماتم کی صدائے بلند کرنا آئین وفاء کیشی سے کھلا تمسخر ہے، البتہ ذوق رہ نوردی کو مہمیز تنبیہ ایقاظ سے جلاء دینے کی غرض سے شدت احوال کا احساس زندہ رکھنا بھی لازم ہے، اس لئے حسب وعدہ ہم چند باتیں گوش گزار کرینگے۔

فی الاصل یہ تحریک (۱) آج سے تین برس (۲) قبل جالندھر میں شروع کی گئی تھی، جس کا اساسی مقصد نظام اسلامی کو بطور ایک ٹھوس نظریہ کے مضمار صحافت و انشاء کا نصب العین قرار دینا تھا، نیز جماعت کے سلسلۂ نشر و اشاعت کی توسیع مدنظر تھی، اور یہ امر بداہۃً وقت کی ایک، اشد ترین ضرورت تھی لیکن افسوس کہ ہم اسے بروئے کار لانے میں کامیاب نہ ہو سکے، ابھی ابتدائی ڈھانچہ ہی تشکیل ہوا تھا کہ فرنگ آفریدہ فسادات کا طوفان پورے طغیان کے ساتھ اُمنڈ آیا (۳) اور اس کی ہلاکت آفرین امواج اپنے تھپیڑوں میں قومی متاع عز و وقار اور ملی سرمایہ مجد و شرف کے ہمراہ اور سب کچھ بھی بہا لے گئیں معین و معہود تقسیم کے بعد تمام احباب ملک کے مختلف گوشوں میں بکھر گئے، داخلی الجھنیں، اور خارجی پیچیدگیاں انہیں کچھ اس طرح دامن گیر ہوئیں کہ وہ کسی مخصوص نہج کی طرف حسب سابق توجہ والتفات مرکوز رکھنے کے بجائے اس کے تصور سے بھی کچھ مدت کے لئے کنارہ کش ہو گئے اور یہ صورت حال واقعاتی ہیجان؟ کا قدرتی نتیجہ تھا، لیکن جب مقصد کی جاذبیت، نصب العین کی محبوبیت، وحدت افکار و ہم آہنگی عزائم سے پیوست رہے تو پھر شدائد و موانع کی یلغار زائد وقت تک سنگ راہ نہیں بنی رہ سکتی، چنانچہ فرداً فرداً اور اجتماعی طور پر جب کسی موقع پر احباب کے رجحانات کا جائزہ لیا گیا تو وہ بہر قیمت اس تحریک کو زندہ کرنے اور تازہ رکھنے کے متمنی نظر آئے اور مشاورت کے بعد ماہنامہ "سلسبیل" کے لئے ایلی کیشن داخل دفتر کر دی گئی، نام کے انتخاب میں انتہائی عجلت سے کام لیتے ہوئے تین برس قبل ہم نے "سلسبیل" کی تجویز پر اتفاق کیا تھا، اور اسی کے لئے جالندھر میں سعی بھی شروع کر دی گئی تھی، لیکن سیاسیات ملک کی انقلابی کروٹ نے اس کوشش میں رکاوٹ

(۱) نادیۃ الادب اسلامی (۲) ۱۹۴۶ء (۳) تقسیم برصغیر ۱۹۴۷ء

ڈال دی، اب حالات میں کافی تغیر رونما ہو چکا تھا ہر علمی و فکری ادارہ نے بعزم نو اپنی اپنی تبلیغ کے لیے میدان ہموار کرنا شروع کیا اور اقتضاء حال کے مطابق وسائل کی فراہمی میں مشغول ہو گیا، لیکن ہمارے پاس اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے ابھی تک کوئی عملی شکل موجود نہ تھی اور سعی تحریک سلسلہ تدبیر و تجویز تک ہی محدود رہی، تاآنکہ پچھلے سال (۱۹۴۸ء) اسی نام کا رسالہ بڈالی ضلع سرگودھا سے شیوع پذیر ہوا، اور اس کے بعد مصری شاہ لاہور سے بھی اسی نام کا ایک اور رسالہ جاری ہوا اور اس طرح ہمارا وہ انتخاب جو عوارض طویلہ کی وجہ سے محض درجہ خیال تک منحصر تھا عملی شکل میں نمودار ہو گیا ان دونوں پرچوں کی اشاعت کے بعد دوست سوچتے رہے کہ اب کوئی صورت اختیار کی جائے، نام کی تبدیلی، یا اسی پر اکتفاء لیکن من جملہ وجوہ بعض خصوصیات معنویہ اور متفق انتخاب کی بنا پر سابق تجویز پر اکتفا ہی کو مناسب سمجھا گیا۔ بالاخر آٹھ ماہ کے بعد ستم زدہ گردش نسیان و تکابل معروض شرف یاب حضور حکام ہوا اور سلسبیل کے خشک دھاروں میں از سر د موجیں لہر لینے لگیں، مگر اس کی بے مزہ حیات آفرینیوں سے متمتع ہونے پر بھی ارکان ادارہ کو زر ضمانت کا عوض خسیس اداء کرنے پر مجبور کیا گیا۔ سلسبیل کے ساتھ ہی عمومی تبلیغ کے لیے ایک روزنامہ مرام کے لئے بھی درخواست دی گئی جس کا طابع و ناشر راقم الحروف تھا، اسکی اجازت پہلے حاصل ہو گئی مگر اسے بھی ایک ہزار روپیہ نقد ضمانت کی ادائیگی پر موقوف رکھا گیا، قانونی کارروائی کے طور پر اس سلسلہ میں جو خدمات جلیلہ ہماری دانا و پر فراست سی۔ آئی۔ ڈی نے سرانجام دی ہیں ان میں سے مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر ہم ان کی رپورٹ کے چند فقرات یہاں درج کرتے ہیں اس میں لکھا گیا کہ:

''اجازت چاہنے والا مشہور احرار لیڈر عطاء اللہ شاہ بخاری کا لڑکا ہے جو تقسیم کے بعد سے ملتان میں مقیم ہے اور اسکی سیاسی پوزیشن حکومت کے حق میں بالکل واضح ہے کہ وہ ایک شدید قسم کا مخالف تھا اور ہے نیز یہ مدرسہ عربی خیر المدارس کا طالب علم ہے، اور اسے اخبار نویسی کا کوئی تجربہ نہیں اور چونکہ یہ عطاء اللہ شاہ کا لڑکا ہے اس لیے اس کی مالی حالت کمزور ہے۔ اس لئے یہ پرچہ ملنے پر اسکی خود کفالت نہیں کر سکتا، بدیں وجوہ ہم اس کی موافقت میں رپورٹ نہیں کرتے کہ اس کو اخبار دیا جائے''۔

ان سطور کو بار بار پڑھنے اور پھر استدلال کے طنطنہ و دغدغہ کا ہیبت ناک نظارہ دیکھنے اور عوام کی محافظ پولیس کا جذبۂ محافظت علم و ادب ملاحظہ فرمائیے۔

یہ تو تھی دفتری کارروائی لیکن حکام کے علاوہ جن خصوصی کرمفرماؤں نے اس راستے میں کانٹے بچھانے کے لئے مختلف دروازوں کی دھول چاٹی ان کا نام ظاہر کئے بغیر ہم ان کے ممنون ہیں کہ ان کی فیض گستری کی بدولت متاع خیر اصحاب اقتدار کے تشکر و امتنان زحمت کشی سے ہمیں گلو خلاصی نصیب ہوئی، نیز انہیں یقین رکھنا چاہیئے کہ ان تمام سازشوں میں ان کے مفسدہ پرداز ہاتھ جس طرح پس پردہ کام کرتے رہے اور تا حال مصروف سازش ہیں ہمیں اس کا بخوبی علم ہے ہم ان کی ایک ایک حرکت پر کڑی نگاہ رکھتے ہیں، اور جن جن گوشوں سے انہوں نے اپنی دناءت و رذالت کا بیتابانہ اظہار کیا ہے وہ بھی ہماری نگاہ سے اوجھل نہیں

ہیں۔

صورت حال یوں رہی کہ ماہنامہ اور روزنامہ کی ایک سو اور ایک ہزار کی ضمانت کی تنسیخ و تخفیف کے لیے درخواست دینے کا خیال کیا گیا تو شوریٰ احباب نے ماہنامہ کی ضمانت داخل کردینے پر اتفاق کر لیا۔ اور روزنامہ کے لئے سعی شروع کر دی گئی لیکن اس سلسلہ میں جن اصحاب کی وساطت سے کام لیا گیا انہوں نے بھی دو تین ماہ کے بعد لکھا جواب دیگر اہل تصرف کے حسب مراد اپنے پوشیدہ عزائم بسہولت ظاہر کر دیئے نتیجتاً یہ عرضداشت بھی رد ہو گئی اور ایسے وقت میں کہ ادا، ضمانت کی مدت اپنی طوالت سمیٹ چکی تھی، ادھر سلسبیل کی اشاعت کے لئے اہتمام شروع کیا گیا جس کی تمام تر ذمہ داری قریباً قریباً راقم الحروف کے سر پر تھی بجز قانونی انتظام کے کہ اس کا تعلق بایزید احمد خان صاحب جاوید سے تھا، سوء اتفاق یا حسن اتفاق کہئے کہ شمارہ اولین کے عین اشاعت کے وقت بعض ایسے امور میں اختلاف رونما ہو گیا جو جماعت سے متعلقہ تھے، مگر ان کی عمومیت کا دائرہ وسیع ہو چکا تھا اور بایں حد کہ راقم الحروف جیسے متصلب العقائد انسان کے لئے بھی جس نے رفاقت کو اخوت حقیقت کا جامہ پہنا دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی اس کے اثرات سے محفوظ رہنا مشکل ہو گیا کہ اگر رفاقت کے مقتضیات پر نظر ڈالتا تو اس مجتمع شیرازہ کی پراگندگی کے خوف سے دل لرز اٹھتا تھا کہ جس عمارت کی تاسیس و تعمیر اور استحکام میں اپنی شعوری زندگی کا عزیز ترین حصہ میں نے صرف کر دیا ہو آج اسکے تخریب میں کس طرح کوئی دلچسپی لوں، اور جب اپنے حاصل دنیا و دین عقائد و افکار کی شکستگی و اضمحلال کو پیش نظر پاتا تو یہ ماحول میرے لئے قبر کی تاریکی سے بھی زائد وحشت انگیز اور خوفناک دکھائی دیتا کہ جن معتقدات کی تبلیغ و اشاعت کے لئے عزیز ترین اور قدیم رفقاء کی روح فرسا مفارقت اور ملحد وں لادینوں.... سرخ نمائندوں کا طوفان مخالفت اور اپنے ضعیف الافکار شرکاء ادارت کا مسلسل عدم تعاون بھی کچھ برداشت کیا ہو ان سے وقتی کنارہ کشی کا منافقانہ طرز عمل کیسے اختیار کروں مزید براں یہ کہ سلسبیل محض ذہنی عیاشی کا کوئی فکری حربہ نہیں تھا بلکہ اپنے محبوب نصب العین کی خاطر میں نے اسے رگ جاں سمجھ رکھا تھا اور اس کے لیے شبانہ روز مساعی کی نت نئی دنیا پیدا کرتا رہا اور اس کے لئے ہر سنگ گراں کی شدید سے شدید مزاحمت کو برداشت کیا، لیکن اگر برداشت نہ ہو سکا تو صرف وہ وقت جب میرے شریک کار نے میرے بڑھتے ہوئے تعمیری ارادے، بڑھتے ہوئے مذہبی حوصلے کے لیے سد راہ بننے کی کوشش کی اور اپنے غیر جائز مداخلانہ طرز عمل سے میرے اختیارات کا دائرہ تنگ کرنا شروع کیا اور ایسی صورت حال پیدا کر دی کہ یا تو میں سلسبیل کی ادارت سے الگ ہو جاؤں یا اپنے معتقدات و افکار کا نہج بدلنے پر مجبور ہو جاؤں۔ میرے دوست میرے اس وقت کے تذبذب و تحیر کا اندازہ لگا سکتے ہیں، جب ایک طرف تو میرا حاصل دنیا و دین محبوب بنیادی نصب العین تھا، اور دوسری طرف اپنی رگ جاں کی جاں گسل مفارقت، لیکن میں نے جی کڑا کر کے اپنے عزیز زبان اور محبوب نصب العین پر اپنے سلسبیل کو قربان کر دیا، یہ قربانی، تاریخی قربانی ہے، تاریخ جو منازل ارتقاء کو آئینہ دکھاتی ہے اور عزائم صالحہ کے لئے حوادث کا مہمیز مہیا کرتی ہے۔ اس حادثہ

کے بعد جیسا کہ گذشتہ روداد کی بول چال میں بھی مختصراً عرض کیا جا چکا ہے میں نے "نادیۃ الادب الاسلامی" اور "ادارہ مستقبل" کو نئی بنیادوں پر تعمیر کیا اور اس کے استحکام و تثبت کے لئے نت نئے چراغ اور نت نئے منازل پیدا کرنے روشن کرنے اور طے کرنے میں مشغول و منہمک ہو گیا اور وہی مواد جو کہ سلسبیل کی روانی اور حیات آفرینی کے لیے میں نے فراہم کیا تھا......! "روداد مستقبل" کی داستان میں نئے ابواب کا اضافہ کرنے کے لئے وقف کر دیا، اور کئی ماہ کی جہد مسلسل کے بعد شہر رمضان المبارک کی روداد کی اشاعت سے "نادیۃ الادب الاسلامی" و "ادارہ مستقبل" کے شعبۂ تصنیف و تالیف کا آغاز ہو گیا، اس وقت بعنون اللہ تعالیٰ و توفیقہ) شوال و ذوالعقدہ کی روداد بھی منظر عام پر آ چکی ہے۔ اور بحمد اللہ کہ روداد محض افسانہ ہی نہیں بن گئی بلکہ اسے ایک تاریخی دستاویز کا رتبہ حاصل ہوا ہے جس کا یہ چوتھا شمارہ آپ کے زیر نظر ہے، اس کی سفر حیات کی یہ داستان انتقامی حظ اٹھانے کی غرض سے ہر گز ہر گز معرض تحریر میں نہیں لائی گئی، بلکہ اقتضاء سفر نے بطور یادداشت یہ چند سطور لکھوا دی ہیں جنہیں ملحوظ رکھنے پر بہت سی غلط فہمیاں اور بہت سے اشتباہات اب ذہنی انتشار کا باعث نہیں بن سکیں گے رہے یہ حوادث سوان کی تلخ کامیوں کا شدید احساس رکھتے ہوئے بھی ہم ان کی مزاحمت کو نظر انداز کر دینا ہی غیرت شوق کا صحیح اقتضا سمجھتے ہیں اور پھر ہم نے تو جب اس وادی میں قدم رکھنے کا ارادہ بھی کیا تھا، ان تمام عوارض کی سنگینی اور حوادث کی زہر آشامی کا یقین کر کے چلے تھے۔

تمید و فاسنجاں خاریست تہ پائے
امید ہوس کوشاں گل برسر دستارے

اور منزل مقصود تک رسائی کے لئے عزم یہ باندھا تھا کہ مطمح نظر کے حصول میں اگر ہمالہ والوں کی چوٹیاں بھی حائل ہونا چاہیں تو ہم ان کی مہیب چٹانوں کو ریت بنا کے بہہ نکلنے پر تو مجبور کر دیں گے، لیکن اٹھتے ہوئے اقدام کی رفتار میں خم نہیں آنے دینگے، فالحمد للہ ثم الحمد للہ کہ ہم ان متوقعہ خطرات سے دوچار ہوئے مگر شدت تصادم نے ان کا منہ موڑ دیا، اور ہم کامیابی سے سر جھٹک کر آگے نکل گئے۔ حقیقت بھی یہی ہے کہ اصول حقہ، کی خاطر لڑنے والے ہمیشہ حوادث و وقائع سے دوچار ہو جاتے ہیں اور موانع کی طوفانی یلغار کا سینہ چیر کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔

وہ عافیت کوش جو ہر سختی کے مقابلہ میں چمڑی بچانے کے لئے غیرت عشق و وفاء کے دامن کو داغدار کرتے رہتے ہوں انہیں کیا معلوم کہ عزم و ثبات کی اساس کیا ہوتی ہے اور آداب رہ نوردی کیا، وہ کیا جانیں رموز حدی خوانی کیا ہوتی ہیں، اور وارفتگی شوق و جستجوئے پیہم کا منشا و محرک کیا، انہیں کیا خبر کہ طلبگاران حق و ہدایت کے مراسم توکل کیا ہوتے ہیں اور سالکین جذب و جنوں کے طرق مشکل پسندی کیا، وہ رہ صدق و وفاء کی دشوار گزاریوں کا صید زبوں سمجھ کر یقین دادغان کی کلیمی ضربوں سے چٹانوں کو ریت بنا کے بہہ نکلنے پر تو مجبور کر دیتے ہیں، لیکن پائے طلب و گام شوق کی جولانیوں کے لیے ہمالہ و الوند کی بلندیوں کو حائل و مانع بنتے

دیکھنا گوارا نہیں کر سکتے، وہ گرانی محمل کا مداویٔ حدیٔ خوانی کے پرچاوے سے ہی معلق نہیں رکھتے، انہیں نوحہ سے نغمہ زائی کا ڈھنگ بھی آتا ہے، انہیں عزت نفس اور وقار خود ہی بیچ کر زاد راہ فراہم کرنے کی خسامت گوارا نہیں، وہ ققنس کی طرح اپنی ہی خاکستر سے ہزاروں بال و پر پیدا کر لینے کے عادی ہیں ان میں حیلہ ہائے تعیش و عافیت کوشی پر مصلح و حکم کا ملمع کر کے ضمیر کشی جیسی رذالت کا تحمل مفقود ہے، وہ انگاروں پر بساط راحت چننے کے مشاق ہیں اور کانٹوں سے پھولوں کا سائبان تعمیر کرنے میں ماہر، انہیں ثبات و استقلال سے تہی دامنی کی خفت مٹانے کے لئے اپنی شکست و درماندگی کے جھوٹے عذر تقدیر کی کارفرمائیوں کے سر تھوپنے کی عادت نہیں، وہ موت کو دعوت مبارزت دیکر اس کا تعاقب کرنا اپنا محبوب شغل سمجھتے ہیں، وہ بیخودیٔ شوق جستجو کا صید بسمل ہو کر بھی سوزش آبلہ پائی اور خلش خار کی شکویٰ سرائی کو اپنا شعار بنانا غیرت عشق کے دامن پر ایک کریہہ دھبہ تصور کرتے ہیں ہر مصیبت کا منہ مسکراتے ہونٹوں سے چوم لینا، اور بہتے آنسوؤں میں مسکرانا ان کا قدیم شیوہ ہے۔

داغیکہ بدل ہست بخاور نفروشم
اشکیکہ بچشم است بگو ہر نفروشم
دردیکہ بجانست بعیسیٰ ندہم من
دادیکہ بدل ہست مداور نفروشم
آں کفر کہ از عشق بجانے بخریدم
ہرگز بمسلمانی بوذر نفروشم

روداد میری نئی رگ جان ہے اور میں ملک بھر کے خدا شناس، مسلم ادب نواز اور ادب ساز حلقوں کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے اسلامی فنکاروں کے جدید تر تجربات، اور محاسن اشاعت کی اقدار نو کا وہ یادگار مثالی پیکر بنا دونگا، جس کے نقوش ایک مدت تک محکومانہ ماحول کے دباؤ نے میرے ذہن کے نہاں خانوں میں بھینچ رکھے تھے...... اب میں زیادہ جرأت، زیادہ بیباکی، زیادہ پامردی، زیادہ خوبصورتی اور زیادہ حوصلہ کے ساتھ اپنی دبی گھٹی صلاحیت کو آپ کے سامنے پیش کر سکوں گا اب میں آپ کے اور زیادہ قریب آ گیا ہوں اور اس قرب کا احساس آپ کو روداد کی نئی اٹھان سے ہو گا۔

جوئے شیر و کوہ برکندن کہن افسانہ ایست
جوئے خوں آوردن جاں کندن ایجاد من است

بایں ہمہ اس عمل خیر کے سرانجام دینے میں محض میری ذاتی جہد و سعی ہی کو دخل نہیں ہے:..........
بلکہ یہ جو کچھ اور جیسا کچھ بھی ہے محض فیاض اکبر کی توفیق ہدایت اور نوازشات کی ایک ادنیٰ سی جھلک ہے

جس کے لئے میں جتنا بھی اظہار تشکر و امتنان کروں کم ہے،

فلہ الحمد اولاو آخراً منہ التوفیق و علیہ التکلان، وھوالمستعان، منا السعی ومن اللہ الاتمام وھو الرزاق ذوالقوۃ المتین.

اس وقت تک "روداد" کے تین اعداد شائع ہو چکے ہیں، لیکن سوء اتفاق کہ ابھی تک کسی طور بھی اس تحریک کے روح رواں آقائے غوری مرحوم کا تذکرہ معرض تحریر میں نہیں آ سکا۔ آج جبکہ یہ تحریک اپنے عبوری دور کی مشکلات پر قابو یافتہ ہو کر ایک خوشگوار مستقبل کی طرف رواں دواں ہے۔

میرا قلب غم کی گہرائیوں میں ڈوبا ہوا ہے میرے احساسات زخمی ہیں، میرے اقدام ہزار استقامت کے باوجود چند لمحات کے لئے لرز گئے ہیں میرے عزائم اور حوصلے ہزار جفاکشی و تحمل کے ہوتے ہوئے بھی چند گھڑیوں کے لئے اضمحلال و کبیدگی کا شکار ہو گئے ہیں، واقعہ اپنی عمومیت کے لحاظ سے نیا نہیں۔ نوعیت کے لحاظ سے ایک دل گداز و جگر پاش حادثہ فاجعہ ہے، رفاقت و مودت کی وہ آہنی دیوار جسے عداوت و مخالفت کا کوئی طوفان بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا سکا۔ موت کے آہن شگاف ہاتھوں سے اس میں بھی دراڑ آ گئی۔ اور میری زندگی کے محبوب ترین نوجوان رفیق آقائے منور غوری مرحوم و مغفور ہفتہ بھر کی مختصر علالت کے بعد دائمی طور پر آنکھیں موند کر آغوش لحد میں جا سوئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اور آج ان کی وفات پر سوا نو ماہ بیت چکے ہیں۔ مرحوم اس تحریک کے ایک ممتاز اور فعال رکن تھے۔ ان کی ہی مساعی سے جالندھر میں ایک قابل قدر نوجوان جماعت قائم ہو گئی تھی جنہوں نے جماعتی نظام کو پنجاب بھر میں قابل رشک مقام تک پہنچا دیا تھا، مرحوم چونکہ ایک بالغ نظر ادیب و انشاء پرداز تھے اس لیے جماعتی فکر کی نشر و اشاعت کے اہتمام کے لئے ہر وقت کوشاں رہتے، اگر حالات میں مساعدت کا جھکاؤ نمودار ہوتا تو انکی مرتب کردہ تجویز کے ماتحت اس وقت تک ہم پنجاب کے مختلف شہروں سے اردو، انگریزی کے کئی ایک اخبار جاری کرنے میں کامیاب ہو جاتے، سلسبیل اسی لائحۃ العمل کی ایک کڑی تھا، جس کے ماتحت ہم جماعتی نظام کو چلانا چاہتے تھے۔ چنانچہ مرحوم نے بعد التقسیم بھی اپنے اوقات عزیزہ کو کافی حد تک اسی جدوجہد میں صرف کئے رکھا وفات سے قریباً دو ہفتہ پہلے وہ احرار دفاع کانفرنس میں شمول کے لیے لاہور تشریف لائے۔ ان دنوں ان کی صحت بہت گر چکی تھی، شگفتہ چہرے پر خزاں کی زردی محیط ہو چکی تھی اور وقتی تفکر دائمی اضطراب بن کر آنکھوں سے اداسی کی جھلکیاں انڈیل رہا تھا، گھریلو حالات کی پیچیدگیاں، اور زندگی کے بعض سوانح و حوادث کا اثر اب طبیعت پر نمایاں ہو گیا تھا، جس نے ایک مستقل روگ کی شکل اختیار کر لی تھی۔

ملاقات ہوئی تو بغلگیر ہو کر ملے۔ میں نے پوچھا۔ آپ آ گئے! کہنے لگے...... "آ گیا ہوں نہ جانے کیوں...... میں نے پھر سوال کیا...... کیا حال ہے؟ تو یہ جواب پہلے سے بھی زائد حزن و ملال میں ڈوبا ہوا تھا...... بولے زندہ ہوں نہ جانے کس لئے"...... یہ کہا اور ایک لمبی آہ کھینچ کر بیٹھ گئے ان کی طبیعت گھر سے چلتے وقت ہی ناساز تھی بخار اور کھانسی میں مبتلا تھے، معمولی علاج ہوتا رہا لیکن اختتام اجلاس کے دوسرے روز ہی

مرض نے شدید نمونیہ کی شکل اختیار کرلی، حضرت شاہ صاحب مدظلہ اور قاضی احسان احمد صاحب سلمہ، نے خطرہ ظاہر کیا تو انہیں آرام کی خاطر دفتر مرکزی سے ایک دوست کے ہاں ماڈل ٹاؤن میں منتقل کردیا گیا اور ہسپتال میں داخل ہونے سے انہوں نے خود انکار کردیا تھا۔ کئی روز بعد دوستوں کے مشورہ سے برادر مخلص محمد شریف قریشی سلمہ کے ساتھ خانیوال لے جانے کا انتظام کیا گیا۔ اس عرصہ میں قدرے افاقہ بھی محسوس ہوا لیکن وہاں پہنچتے ہی طبیعت پھر نڈھال ہو گئی غذا قطعاً بند ہو چکی تھی، اور کلام بھی اشارات سے مطلب سمجھاتے تھے۔ ہم لوگ بھی ملتان واپس آ چکے تھے۔ یکایک ایک دن برادرم قریشی کا رقعہ پہنچا جس میں فکر ظاہر کیا گیا تھا، راقم الحروم نے جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو دوسرے روز ہی تار بھی پہنچ گیا کہ وہ قریب الموت ہیں خود بھی جلد خنیوال پہنچو اور ان کے اعزہ و اقارب میں سے جو بھی قریب ہو اسے اطلاع دے دی جائے گھبراہٹ میں تار بھی صحیح نہ پڑھا جا سکا اور ہم واقعہ موت کی خبر سمجھ کر ماتم بھی کر بیٹھے۔ شام کی گاڑی سے با یزید احمد صاحب اور مرزا جانباز کے خالہ زاد بھائی جو کسی کام سے اتفاقاً ملتان آئے ہوئے تھے روانہ ہو گئے، ان کے بعد گیارہ بجے شب کی گاڑی سے رفیق عزیز خالد فرید انور سلمہ اور راقم الحروف بھی روانہ ہوئے، اسٹیشن پر برادرم بشیر احمد صاحب خلف حاجی ولی بہادر مرحوم جالندھری جن کے ہاں مرحوم ماڈل ٹاؤن میں فروکش رہے تھے وہ بھی مل گئے وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حادثہ نہیں ہوا، البتہ حالت تشویش ناک ہے۔ تینوں ساتھی تسلی پاکر صبح ملتان واپس آ گئے۔ اور میں وہیں رہا...... وہ اکثر بے ہوش رہتے تھے! دن میں دو تین دفعہ آنکھیں کھولیں اور میرے پوچھنے پر اشارات سے ہی پہچان لینے کی خبر دی۔ میں نے بہت تسلی دی، اور حوصلہ بندھایا، کیونکہ نقاہت حد سے زائد ہو چکی تھی اور مرض اپنی شدت کو پہنچ چکا تھا لیکن انہوں نے مایوسی کے عالم میں تین بار شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور میری تسلی کے جواب میں نفیاً سر ہلایا اور ہاتھ کے اشارہ سے آگے چل دینے کی خبر دی اور پھر بے ہوش ہو گئے، میرا ماتھا پہلے ہی ٹھنکا ہوا تھا یہ حالت مزید تشویش کا باعث بنی ۴ بجے عصر کے قریب کل والی کیفیت نمودار ہونے لگی تو میں نے بھائی قریشی کو جگایا وہ رات بھر بیدار رہے تھے، دوڑے ہوئے گئے اور ڈاکٹر کو بلالائے، ٹیکہ کیا گیا، تو پھر کچھ طبیعت سنبھلی، ہر تین گھنٹے کے بعد انہیں مسلسل ٹیکے کینے جارہے تھے اور اسی عارضی سہارے سے وہ جنبش کرتے رہتے تھے، اسی حالت میں رات کٹی، صبح ہوش میں آئے تو میں نے گھر جا کر خیریت کی اجازت چاہی کہ پھر واپس آ جاؤنگا، لیکن اسی طرح تین بار سر ہلا کر اشارتاً نفی کردی، میں نے غلطی کی کہ ان کے غیر معلوم الوجہ اصرار کے باوجود (جو کہ بعد میں معلوم الوجہ بن گیا) واپس چلا آیا، رات گذاری، دوسرے روز ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سراجاں حسین آگاہی سے نکلا تو خان جاوید نے حادثہ کی اطلاع دے دی مجھے چکر آ گیا، حواس شل ہو گئے، گھر میں آ کر ادھ موا سا ہو کر گر پڑا، ۷ بجے سب ساتھی لاری کے ذریعہ خانیوال روانہ ہوئے، بدقسمتی سے ڈرائیور ایسا ملا کہ جس نے ڈیڑھ گھنٹے کا سفر ساڑھے تین گھنٹے میں ختم کیا، ہم قریشی صاحب کی قیام گاہ پر پہنچے تو تمام لوگ قبرستان جا چکے تھے، ان کے چھوٹے بھائی کے ہمراہ رات کے وقت ریگستان میں ڈیڑھ میل

دور جانا پڑا، گرتے پڑتے وہاں پہنچے تو جنگل میں محشر برپا دیکھا قریشی پاگلوں کی طرح رو رہے تھے، انہوں نے بے حد خدمت کی تھی، اور حتی المقدور تمام وسائل استعمال کرنے کے باوجود اپنے ایک عزیز ترین رفیق سے جدائی ہاتھ آئی ہمیں دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی، وہ کیفیت برداشت سے باہر تھی سب لوگ اشکباری میں مصروف تھے، اور ایک غریب الوطن نوجوان ساتھی کی حسرت ناک موت سے حیران وششدر، اس وقت منور مرحوم نئے گھر میں پہنچ چکے تھے، ہماری محرومی یہ جنازہ تک نہ پڑھ سکے ہمیں ان کی روح سے معاف کردینے کی توقع ہے، لیکن بطور خود سخت ندامت ہوتی ہے کہ زندگی بھر کے رفیق کو ہم آخری بار کندھا بھی نہ دے سکے، وہ زندگی میں بھی حزن و یاس کا پیکر تھے، اور ان کی موت بھی انتہائی غربت و اجنبیت میں واقع ہوئی، شاید انہیں بہت پہلے سے اپنی موت کا احساس ہو گیا تھا راقم الحروف سے اکثر کہا کرتے تھے...... "شاہ صاحب مجھے امید نہیں کہ میں اپنی زندگی میں جماعت کے متعلق سوچی ہوئی تدابیر پر عمل پیرا ہو کر کوئی خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوتا دیکھ سکوں........ نہ جانے کیوں مجھے مایوسی نے آگھیرا ہے........ حالانکہ ہم نے تو مصائب کے آغوش میں آنکھ کھولی، اور اس مختصر سی عمر میں ہی زندگی کے تلخ ترین حقائق سے آشنا ہو گئے...... شاہ صاحب مجھے یہی فکر گھن کی طرح کھائے جا رہا ہے، کہ کیا میں اپنے سرفروش، بہادر، نوجوان اور مخلص رفقاء کو کبھی کامیابی سے ہمکنار ہوتا دیکھ سکوں گا...... مجھے قطعاً کوئی امید نہیں پڑتی آپ کے پاس پہنچ کر طبیعت کچھ دیر کے لئے تو سکون حاصل کر لیتی ہے لیکن مضطر اضطراب قلب و دماغ پر پھر غلبہ پالیتا ہے، شاہ صاحب! آپ پانی کے بہاؤ کے خلاف تیر جانے کے عادی ہیں، لیکن میں ابھی وقت کے رواں لمحات کی امواج پر زندگی کی ناؤ رکھے رہا ہوں، اور اس یقین کو پہنچ چکا ہوں کہ یہی غم اب میری موت کا باعث ہو گا......"

چنانچہ آج ان کا موہوم خدشہ ایک ٹھوس اور دلگداز حقیقت بن چکا ہے، خدا ان کی قبر کو اپنے انوار رحمت سے بھر دے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائے۔ آمین۔

گو آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں، لیکن ان کی اخلاص و ایثار آمیز رفاقت کی زریں یاد قلب حزیں کے تاریک گوشوں کو ہمیشہ ہمیشہ جگمگاتی رہے گی ابقاء ذکر حبیب کے طور پر ان کی زندگی کی ایک حسین خواہش جسے وہ اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے نہ دیکھ سکے۔ ان کے متعارفین اور احباب کی خدمت میں، میں ایک متبادل عملی صورت میں پیش کر کے ان کی روح کی خوشنودی حاصل کر رہا ہوں جس سے آپ نادیۃ الادب اور ادارہ مستقبل کے نام پر متعارف ہو چکے ہیں۔ ہم آقائے مرحوم کے غم نصیب والدین، پژمردہ خاطر بھائیوں، اور دیگر اعزہ و اقارب کے لیے ان کی زندگی کا کوئی عوض پیش نہیں کر سکتے، بجز اس کے کہ ان کے لیے کمل و استقامت اور صبر جمیل کی دعا کریں اور مرحوم کی مغفرت و ترقی درجات کے لئے بارگاہ ایزدی میں سر بسجود ہوں۔

اللهم اغفرله وارحمه ووسع مدخله واكرم نزله، واجعل الجنة مثواه بجاهک و بجاه نبيک الكريم عليه التحيته والتسليم، وعلى آله و صحابته الوالمجد والتعظيم: آمين.

یہ تحریر نہ تو مرحوم کے صفات و محاسن کا خاکہ ہے، اور نہ ہی ان کے سوانح زندگی کی دستاویز ہے۔ اور نہ ہی یہ مختصر جگہ ان کے تذکرۂ جمیل کے لئے کفایت کر سکتی ہے، بشرط زندگی انشاء اللہ المستعان ہم کسی دوسری فرصت میں مرحوم کے احوالِ زندگی، ان کے اخلاق و محامد، ان کے خصائص و امتیازات ان کی قومی و سیاسی زندگی کے اہم گوشوں پر تفصیلی تبصرہ ان کے معتقدات و افکار، ان کے ادبیات اور دیگر کوائف حیات سے موت کی آخری گھڑیوں تک کے جملہ واقعات بتمامہا و کمالہا احباب و قارئین کرام کی نذر کرینگے، تاکہ احرار کے اس نوخیز و جواں مرگ ادیب، انشاء پرداز، صحافی اور مفکر کی قابلِ رشک زندگی کے نمایاں پہلو احرار کی نئی پود کے لئے انقلابی پیام کا درجہ حاصل کر سکیں، خدا کرے ان کی زندگی کا مقصد ان کے رفقاء کے ہاتھوں پورا ہو۔ آمین۔

میں سمجھتا ہوں کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر کسی مستقل مقالہ کے فقدان کی صورت میں تذکرہ آغائے غوری مرحوم کے اختتام کے الفاظ ہی پیام عید کا صحیح نائب ہو سکتے ہیں کہ حصولِ مقصد کی راہ میں ہر سنگِ گراں کی مزاحمت و تصادم سے بیباک و بے خطر ہو کر مردانہ وار آگے بڑھتے جانا ہی حقیقی زندگی ہے، علی الخصوص جبکہ نصب العین کو بلاغ دین فطرت اور پیام شرع حنیفیہ سے نسبت وارتباط ہو تو اس کی اہمیت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے میں قطعاً ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ تو کمالِ ایمان و ایقان کی عظمت کے داغدار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ماہنامہ مستقبل ملتان جلد ا شمارہ ۴
ذوالحجہ ۱۳۶۸ھ، اکتوبر ۱۹۴۹ء۔

سید ابوذر بخاری امیر نادیۃ الادب الاسلامی
قیم ادارہ مستقبل ملتان

بقیہ از ص 18

دی اس لئے کہ شیطان نے بے حیائی کو پر فریب اور پر کشش بنا کر ان کے سامنے پیش کئے رکھا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کے انتباہ کے مطابق وہ دنیا کے عذاب میں مبتلا ہو گئے اور آخرت کا عذاب اس کے علاوہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ گزشتہ حکمرانوں کے انجام سے عبرت پکڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کے انتباہ کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھتے ہوئے ذرائع ابلاغ سے عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے خاتمے میں مزید تاخیر نہیں کریں گے۔ ذرائع ابلاغ کی اصلاح کی ایک ہی صورت ہے کہ عریانی و فحاشی کے دلدادہ قبضہ گروپ سے اسے آزاد کرا کر ایسے لوگوں کے حوالے کر دیا جائے جو "امر بالمعروف و نہی عن المنکر" کی روح کے مطابق انہیں چلانے کی اہلیت و صلاحیت رکھتے ہوں۔

جناب چیف ایگزیکٹو! ہمارے تجویز ہے کہ آپ ایسی پالیسی ترتیب دیں کہ پاکستان ٹیلی وژن کی نشریات سے لچر ڈرامے، لچر اشتہارات، لچر سٹیج شوز اور دیگر حیا سوز پروگراموں کا خاتمہ ہو اور مملکت خداداد پاکستان میں حقیقی خوفِ خدا اور فکر آخرت رکھنے والا ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آ سکے۔

مولانا محمد مغیرہ (مسجد احرار چناب نگر)

مرزا طاہر کی ہفوات اور ان کے جوابات

کہتے ہیں جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ یہ محاورہ کسی پر صادق آئے یا نہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی امت کاذبہ پر ضرور صادق آتا ہے کئی مرزائیوں سے باہمی نزاعی مسائل پر کئی مرتبہ گفتگو ہوئی تو ہر بار یہی بات سامنے آئی کہ ایک دفعہ ایک بات کریں گے دوسری دفعہ اور بات کریں گے اور دوسری محفل میں انکو احساس ہی نہیں ہوگا کہ پہلے کچھ اور کہ چکے ہیں بلکہ اپنی سابقہ گفتگو کے برعکس بولتے چلے جائیں گے جس پر ہم محظوظ ہوتے ہیں اور اگر ان کو ٹوکا جائے کہ جناب پچھلی نشست میں تو آپ یہ کچھ فرما چکے ہیں تو ایک عجیب سی کیفیت چہرے پر محسوس کرانے کے ساتھ زیر لب مصنوعی تبسم ظاہر کر کے کسی اور موضوع کو چھیڑنے کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کو عیاری کے علاوہ اور نام نہیں دیا جا سکتا۔ جس کی وجہ ہم جانتے ہیں کہ حدود و قیود صرف سچائی کے لئے ہیں جبکہ جھوٹ کے لئے کسی قید اور حد کی ضرورت نہیں یہ بھی ہم سمجھتے ہیں کہ ان بیچاروں کا قصور نہیں ہے مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی تحریریں پڑھ لیں ایک کتاب میں لکھتے ہیں۔ کہ فلاں دعوی کرنے والا کافر ہے جبکہ دوسری کتاب میں خود ہی بڑی جرأت کے ساتھ وہی دعوی کرتے دکھائی دیتے ہیں اور اپنے سابقہ فتوی کے مطابق کافر ہو کر دوسروں کو کافر کہنا شروع کر دیتے ہیں۔

مرزا قادیانی کی ایسی حرکتیں تو قابل فہم ہیں کیونکہ آنجہانی قادیانی مراق کے مریض تھے اور مراق مالیخولیا کو کہتے ہیں۔مگر مرزا قادیانی کی امت کاذبہ میں عمومی طور پر اس وصف کا پایا جانا ناقابل فہم ہے۔شاید مرزا قادیانی کی پیروی کی وجہ سے امت مرزائیہ میں یہ وصف عام ہو گیا ہو خصوصاً مرزا قادیانی کے خاندان میں اس وصف کا ہونا یقیناً موروثی معلوم ہوتا ہے۔ جس کا ثبوت لندن سے مرزائیوں کا چھپنے والا انٹرنیشنل ہفت روزہ "الفضل" ۲۰ اگست ۹۹ء فراہم کر رہا ہے۔

مرزا طاہر جو اس وقت مرزائیوں کے زعم باطل کے مطابق خلیفہ رابع ہیں انہوں نے تیس (۳۰) جولائی کو برطانیہ میں ۳۴ ویں سالانہ جلسہ میں خطبہ دیا جس کا خلاصہ اس رسالہ میں دیا گیا ہے۔ یہ رسالہ ایک محبت کرنے والےنے مہیا کیا اور ساتھ ہی کہا کہ مرزائی کہتے ہیں تمہارے مولویوں کے پاس اسکا جواب ہے تو پیش کرو، ہم پر یوں ہی الزام تراشی کی جاتی ہے جو مولویوں کا ایک دھوکہ اور فریب ہے اور ساتھ ہی پریشانی کے عالم میں نہایت افسردگی میں وہ بار بار میرے چہرے کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتا جس پر میں نے اسے اطمینان دلانے کی بڑی کوشش کی کہ یہ سب کچھ ان کی کتابوں میں موجود ہے مگر وہ مطمئن نہیں ہو رہا تھا بالآخر اس کے اطمینان کے لیے کچھ کتابوں سے حوالے دکھائے جس سے وہ کچھ مطمئن ہوا تو ساتھ ہی حکماً فرمائش کر دی کہ اس کا لفظ بہ لفظ تحریر کریں مگر میں نے یہ کہہ کر ٹالنے کی کوشش کی کہ یہ سب کچھ پہلے بزرگوں نے لکھ دیا

یے اب دوبارہ لکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ مگر اس کا اس قدر اصرار بڑھا کر مجھے مجبوراً ہاں کرنا پڑی جس پر وہ بے خوشی خوشی پھر ملاقات کا وعدہ کر کے چلتا بنا۔

قارئین کرام! ایک بات کا اظہار کردوں کہ مرزائی جب بھی کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو انتہائی مظلومیت کا لبادہ اوڑھ کر جس سے عام آدمی اسکے جھوٹ اور فریب سے نہایت ہی متاثر ہوجاتا ہے مرزا طاہر بھی کچھ ایسے ہی بات کرنا چاہتا ہے مگر اس کو علم ہونا چاہیئے کہ دھوکہ بازی کا وقت اب گزر گیا امت مسلمہ پر تمہارا کفر آشکارہ ہو گیا۔ تاہم علماء حق غافل نہیں ہیں۔ ہر طریقہ سے تمہارے دجل و فریب سے پردہ چاک کیا جاتا رہے گا ان شاء اللہ۔ سب سے پہلے لفظ بہ لفظ مرزا طاہر کی گفتگو جو اسی رسالہ میں شائع ہوئی اور جس کا جواب دینا مقصود ہے پیش کی جاتی ہے۔

قارئین محترم! توجہ فرمائیں: مرزا طاہر بول رہے ہیں۔

''جماعت احمدیہ کے معاندین یہ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ یہ عقائد رکھتی ہے۔ یہ جماعت دعوٰی کرتی ہے کہ اس کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی خدا تھے۔ اس پر حضور نے لعنۃ اللہ علی الکاذبین فرمایا اور تمام احباب سے فرمایا کہ آپ بھی لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہیں، جس پر سب نے بلند آواز میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہا۔ حضور نے فرمایا ایک کروڑ داخل ہونے والوں کے علاوہ جب سے جماعت بنی ہے کروڑہا احمدیوں میں سے ایک احمدی بھی ایسا نہیں جو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا کہتا ہے یا خدا تسلیم کرتا ہے دوسرا دعوٰی وہ خدا کا بیٹا تھے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور پھر یہ دعوے ایک دوسرے کو بھی جھٹلا رہے ہیں خدا تھے تو خدا کا بیٹا کیسے ہوگا یہ مولویوں کا پاگل پن ہے یعنی پاگل پنوں میں سے ایک پاگل پن ہے ایک اور دعوٰی، خدا کا باپ بھی تھے حضور نے فرمایا اس پر تو لعنت اسے زیادہ انا اللہ پڑھنے کو دل چاہتا ہے پھر یہ خوفناک دعوٰی کہ وہ تمام انبیاء سے بشمول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل و برتر تھے۔ حضورنے فرمایا کوئی احمدی ساری دنیا میں اس دعوٰی کا وہم و گمان بھی نہیں کرسکتا۔ پھر کہتے ہیں ان کی وحی کے مقابلہ میں حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حیثیت نہیں نعوذ باللہ من ذالک لعنۃ اللہ علی الکاذبین ان کی عبادت کی جگہ عزت واحترام میں خانہ کعبہ کے برابر ہے۔ یعنی احمدی مسجد خانہ کعبہ کے برابر ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون لعنۃ اللہ علی الکاذبین قادیان کی سرزمین مکہ مکرمہ کے ہم مرتبہ ہے۔ قادیان سال میں ایک دفعہ جانا تمام گناہوں کی بخشش کا موجب ہے ...... اور حج بیت اللہ کی بجائے قادیان کے جلسہ میں شمولیت ہی حج ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ ان الزامات کے علاوہ حسب ذیل نہایت مکروہ الزام بھی جماعت احمدیہ پر لگائے جاتے ہیں۔ احمدیوں کا کلمہ الگ ہےاور مسلمانوں والا کلمہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین لا الٰہ الااللہ محمد رسول اللہ۔ جب احمدی مسلمانوں والا کلمہ پڑھتے ہیں دھوکہ دینے کی خاطر پڑھتے ہیں اور محمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔ احمدیوں کا خدا وہ خدا نہیں جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم اور قرآن کریم کا خدا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

قادیانی جن ملائکہ پر ایمان لاتے ہیں وہ ملائکہ نہیں جن کا قرآن میں ذکر ملتا ہے۔ لعنۃ اللہ علی الکاذبین قادیانیوں کے رسول بھی مختلف ان کی عبادت بھی مختلف ان کا حج بھی مختلف غرضیکہ تمام بنیادی اسلامی عقائد قادیانیوں کے عقائد قرآن و سنت سے جدا اور الگ ہیں ان سارے الزامات کا ذکر کر کے میں نے اعلان کیا تھا کہ سارے الزامات سراسر جھوٹ ہیں اور کھلم کھلا افتراء ہیں۔ ان میں ایک بھی سچا نہیں اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین آخر پر خدا کی لعنت جھوٹوں پر ڈالتا ہوں"۔

مرزا طاہر کے اس تقریری اقتباس سے جو ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ

غلام احمد قادیانی کے بارے یہ کہنا کہ انہوں نے خدا ہونے کا دعوٰی کیا تھا۔

غلام احمد قادیانی کے بارے یہ کہنا کہ انہوں نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعوٰی کیا تھا۔

غلام احمد قادیانی کے بارے یہ کہنا کہ اس نے خدا کے باپ ہونے کا دعوٰی کیا تھا۔

غلام احمد قادیانی کے بارے یہ کہنا کہ اس نے تمام انبیاء بشمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام سے افضل ہونے کا دعوٰی کیا تھا۔

قادیانی مرزا کی وحی کے مقابلہ میں حدیث مصطفیٰ کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ قادیانیوں کے بارے میں یہ کہنا کہ قادیانی کے جلسہ میں شرکت حج کے برابر گردانتے ہیں اور قادیان کی سرزمین کو مکہ کے ہم مرتبہ سمجھتے ہیں اور کلمہ میں محمد سے مراد مرزا غلام احمد قادیانی لیتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کے فرشتوں کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ یہ سب کچھ مرزا طاہر کے بقول ان پر الزام ہے اور سراسر جھوٹ ہے اور قادیانیوں پر کھلم کھلا افتراء ہے۔

قارئین محترم! آپ ابتداء میں پڑھ چکے ہیں کہ حدود و قیود سچائی کے لیے ہیں۔ جھوٹ کے لیے کوئی حد اور قید نہیں۔ بلکہ لوگ تو کہتے ہیں کہ ایک جھوٹ کو سچا کرنے کے لیے سو جھوٹ بولنا پڑتا ہے اور بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ جھوٹ اتنا بولو کہ سچ محسوس ہونے لگے۔ مرزا طاہر بھی اپنی اس گفتگو میں یہی راگ الاپ رہے ہیں کہ ہم پر الزام ہے اور ایسے ہی دیگر مرزائی مبلغین بے چارے یہی چیختے اور چلاتے ہیں، کہ ہم پر مولویوں کے الزام ہیں اور اس تسلسل کے ساتھ کہے رہے ہیں کہ عام لوگ بلکہ اکثر مرزائی اسکو سچ سمجھنے لگے ہیں جبکہ قصہ اس کے برعکس ہے کہ مرزا قادیانی کی کتب میں وہ سب کچھ موجود ہے جس کو مرزائی اب تک باضابطہ چھاپ رہے ہیں اور نامعلوم کیا وجہ عمومی گفتگو میں بشمول مرزا طاہر کیوں کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں۔

آپ پوری کائنات کا مطالعہ کریں آپ خود شہادت دیں گے کہ ہر فرد اپنے قائد کو اچھا سمجھتا ہے، اس کی باتیں اور اس کا موقف آگے پھیلاتا ہے اس کے نظریات کا مبلغ ہوتا ہے لیکن مرزائی مرزا غلام احمد قادیانی کو نہ صرف اپنا قائد، مصلح، مجدد بلکہ نبی و رسول مانتے ہیں مگر تماشہ عجیب یہ ہے کہ مرزائی غلام احمد قادیانی کے افکار و دعاوی کو چھپاتے بلکہ اکثر دفعہ انکاری معلوم ہوتے ہیں جس کی ہمیں آج تک سمجھ نہیں آسکی۔

بہرحال ہم با تائید ایزدی آپ کے سامنے مرزا طاہر کی مندرجہ بالا گفتگو کا نہایت ہی مثبت انداز سے جواب

دینا چاہتے ہیں اور واضح کرنا چاہتے ہیں کہ علماء حق نے کبھی کسی پر الزام تراشی نہیں کی بلکہ وہی بات جو آپ کے گھر میں موجود ہے جس کو آپ مسلسل چھاپ رہے ہیں پیش خدمت کرتے ہیں۔ ہم عنوان دیتے جائیں گے اور اسکے مقابلہ میں جوابی کاروائی کرتے جائیں گے۔

کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے خدائی دعوٰی کیا تھا؟

قارئین کرام۔ اس کائنات کا خالق ایک اللہ ہی ہے جس نے زمین و آسمان ہی نہیں بلکہ جو کچھ موجود ہے اسکا ذرہ ذرہ اسی کی تخلیق ہے، اور اس میں اس کا کوئی بھی شریک نہیں مگر تاریخ نے چند افراد کا ذکر کیا ہے جن کو دنیا میں نسبتاً کچھ جاہ جلال میسر آیا حکمرانی ملی جس سے وہ دھوکہ کھا بیٹھے اور خدائی دعوٰی کر بیٹھے۔ جن میں نمرود اور فرعون سرفہرست ہیں جن افراد بد نے ایسی شرارت کی ان میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شامل ہیں۔ گو ان کو کبھی کسی جگہ پر حکومت میسر نہیں آسکی، بلکہ ساری زندگی انگریز بہادر کی غلامی ہی کو نعمت جانا مگر شاید عقل کا قصور یا اور کوئی نامعلوم کہ وہ بھی خدائی دعوٰی کرنے پر تل گئے۔ مگر آپ ابھی پڑھیں گے کہ اتنی جرأت ان سے پہلے کسی مدعی خدا کو نہیں ہو سکی، جتنی جرأت مرزا جی نے کر ڈالی۔ پڑھئے، توبہ کیجئے، اور مرزا طاہر کے جھوٹ سے باخبر ہو جائیے۔

روحانی خزائن مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کا مجموعہ ہے۔ جس کی جلد پنجم ص ۵۶۴ کو اٹھائیے اور دیکھیں عربی عبارت میں مرزا قادیانی کیا بول رہے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں۔

راتنی فی المنام عین اللہ وتیقنت اننی ھو........

و بینما انا فی حالۃ کنت اقول انا نرید نظاما جدیدا اسماء جدیدا وارضاً جدیدۃ فخلقت السموات والارض اولا بصورۃ اجمالیۃ لا تفریق فیھا ولا ترتیب ثم فرقتھا ورتبھا بوضع ھو مرادالحق و کنت اجد نفسی علی خلقھا کالقادرین ثم خلقت السماءالدنیا بمصابیح ثم قلت الآن یخلق الانسان من سلالۃ من طین ثم انحدرت من الکشف الی الالھام

ظاہر ہے یہ مذکورہ بالا عبارت عربی ہے جن کا ترجمہ ہر انسان نہیں سمجھ سکتا جس کے لیے اردو ترجمہ کی ضرورت ہے تو لیجئے مرزا غلام احمد قادیانی خود اپنی زبانی اس کا ترجمہ کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

ترجمہ: میں نے اپنے کشف (۱) میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں.......

اور اس حالت میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں تو میں نے پہلے تو آسمان وزمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا، جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی، پھر میں منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر

میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی۔(خزائن ج ۵ ص ۵۶۵)

قارئین کرام! مندرجہ بالا عربی عبارت اور مرزا اپنی زبانی اس کا اردو ترجمہ پیش کر دیا گیا، اسی پر ہی اکتفا کر لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ مرزا طاہر کے جواب کے لئے کافی ہے کہ یہ قادیانیوں پر الزام نہیں بلکہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ مرزا قادیانی نے صاف لفظوں میں خدائی دعوٰی کیا ہے۔ مرزاغلام احمد قادیانی اپنے خدائی دعوٰی کو مزید واضح کرتے ہوئے اپنی کتاب اربعین میں کچھ اس طرح رطب اللسان ہیں۔دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں، خدا کے مانند مطلب یہ ہے کہ میں خدا کی مانند ہوں اور دوسرے نبیوں نے بھی مجھ کو خدا کے مانند بتایا ہے(اربعین ۳ ص ۲۵ حاشیہ)

مزید خدائی صفات بیان کرتے ہیں، مرزاجی اپنے لئے کہتے ہیں۔ اعطیت صفة الافناء والاحیاء

ترجمہ: مجھے فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔ (خطبہ الہامیہ ۵۵)

قارئین! قرآن میں نمرود سے متعلق یہ وارد ہے کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کے جواب میں یہی کہا تھا کہ ا احی امیت کہ میں زندہ کرتا ہوں اور مارتا ہوں۔اور مرزاجی بھی یہیں فرمارہے ہیں، کہ مجھے زندہ کرنے او مارنے کی صفت دی گئی ہے، نہ کوئی لفظوں کا ہیر پھیر ہے، نہ ہی کوئی اشارہ و کنایہ، بلکہ صاف صاف عبارت ہے جو عام لکھا پڑھا انسان سمجھ سکتا ہے۔ توجہ کیجئے تو مرزاجی کچھ اور فرمانا چاہتے ہیں۔

انما امرک اذا اردت لشیی ان نقول له کن فیکون

ترجمہ: (اے مرزا) تیرا کام صرف یہ ہے کہ جب تو کسی چیز کا ارادہ کرے تو اسے کہے ہو جا وہ ہو جائے گی۔ تذکرہ ص ۲۰۳

قارئین کرام! مرزاجی کی طرف سے خدائی دعوٰی پر ہم نے آپ کے سامنے واضح الفاظ کے ساتھ متعدد حوالہ جات پیش کر دیئے ہیں کہ مرزا قادیانی کہہ رہے ہیں۔

میں نے آسمان وزمین پیدا کیا، حتیٰ کہ آسمان دنیا کو چراغوں سے مزین کر دیا اور انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کیا اور مرزا قادیانی کا ہی دعوٰی آپ کے سامنے آچکا ہے، کہ کسی کو زندہ کرنے اور مارنے کی صفت مرزا قادیانی میں موجود ہے، ہاں ہاں کن فیکون کی صفت سے بھی مرزا قادیانی مرصع ہیں۔مرزا قادیانی کی اس واضح گفتگو کے بعد ہم اس سے کیسے چشم پوشی کر سکتے ہیں۔اگر ایسی باتوں سے چشم پوشی کرنا ہوتا تو خود اللہ جل جلالہ نمرود کے خدائی دعوٰی سے چشم پوشی فرما لیتے۔ فرعون نے بھی صرف اتنا ہی کہا ہے کہ انا ربکم الاعلیٰ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی سچی کتاب قرآن مجید میں ان دونوں کو کٹہرے میں لاکھڑا کیا ہے کہ اس خناس نے اس قدر جرأت کردی کہ خدا بن بیٹھا۔ جبکہ ان کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کے خدائی دعاوی کو دیکھو تو معلوم ہو گا کہ وہ خدائی دعوٰی کرنے میں کتنا جری ہو رہا ہے اور اس کو کس انداز سے پیش کر رہا ہے۔اب مرزا طاہر ہی بتائیں کہ فرعون و نمرود کے خدائی دعوے اور مرزا قادیانی کے خدائی دعوے تقابل کئے جائیں تو مرزا قادیانی نے دعا دی بھاری نظر آتے ہیں۔اس کے بعد مرزا طاہر فیصلہ کریں کہ مرزا قادیانی کے بارے یہ کہنا کہ اس نے

خدائی دعوٰی کیا ہے ان پر الزام ہے یا حقیقت پر مبنی ہے اب کہو لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

کیا مرزا غلام احمد قادیانی خدا کے بیٹے تھے:

تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ ہی اس سے کوئی پیدا ہوا جس کو خصوصاً سورۃ اخلاص میں واضح طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ تمام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے۔مگر مرزا غلام احمد قادیانی مصر ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں ہمیں اس سے غرض نہیں کہ اس کا ایک دعوٰی (خدائی) دوسرے دعوٰی (خدا کا بیٹا ہونے کا) کو جھٹلارہا ہے، بلکہ ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے خدا کے بیٹے ہونے کا دعوٰی بھی کیا ہے جو ابھی چند سطروں کے بعد آپ پر واضح ہوجائے گا۔اس کے ساتھ یہ بات بھی آپ پر کھل جائے گی کہ یہ مولویوں کا پاگل پن ہے۔ مرزا طاہر کے دادا مرزا غلام احمد قادیانی کے پاگل پنوں میں سے ایک پاگل پن ہے۔اگر واقعی مولویوں کی بجائے مرزا قادیانی کا پاگل پن کھل کر سامنے آجائے تو مرزائی قادیانی اپنے متعلق فیصلہ کریں کہ تمہارا عقل و دانش کہاں گیا۔ تم نے مرنا نہیں ہے۔

مرزا قادیانی کی خدا کے بیٹے ہونے کی کہانی ان کی اپنی زبانی:

مرزا قادیانی کہتے ہیں اللہ نے مجھے کہا انت منی بمنزلتہ اولادی
ترجمہ: تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے۔(خزائن ج ۲۲ ص ۸۹)
قارئین محترم! آپ نے اس حوالہ میں دیکھا کہ مرزا جی نے اپنے آپ کو خدا کے فرزند ہونے کی طرح ذکر کیا اصل میں مرزا جی بہت شرمیلے تھے اور اپنے شرمیلے پن کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہیں اور اسی وجہ سے بہت ہی شرمیلے انداز سے کہا کہ وہ فرزند کی طرح ہیں مگر ایک جگہ کچھ تھوڑے سے کھلے ہیں کہتے ہیں اللہ نے مجھے کہا۔
انت منی بمنزلۃ اولادی
انت منی وانا منک
ترجمہ: تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے (تذکرہ ص ۴۲۲)
اس جگہ پر کھلے ضرور ہیں تاہم شرم کا دامن تھامے رکھا۔مگر یہ شرم کب تک رہے آخر مرزا جی کھل گئے اور اپنی کتاب البشریٰ میں یوں رقم طراز ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کہا اِسمع یا ولدی
اے میرے بیٹے سن البشریٰ(ص ۴۹)
اس جگہ پر تو مرزا جی نے صاف ہی کہہ دی کوئی اشارہ کنایہ کا لفظ استعمال نہیں کیا مگر اچانک مرزا جی کو کیا سوجھی شرم وحیا کی تمام قیود پھلانگتے ہوئے یوں کہنے لگے کہ اللہ نے مجھے کہا۔انت من ماءنا ۔وھم فی فشل
اے مرزا تو ہمارے پانی سے ہے اور وہ لوگ فشل سے (خزائن جلد ۱۱ ص ۵۵)
قارئین محترم! دیکھا کہ مرزا جی نے اپنے بارے خدا کے بیٹے ہونے کی بات کو کیسے شروع کیا اور کتنے واضح

لفظوں پر ختم کیا، نامعلوم کیا وجہ مرزا طاہر اس بات کو کیسے سمجھیں گے۔ مرزا طاہر کو ان کے دادا کی اس بات کو عام طریقہ سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مرزا طاہر جی اگر آپ سے کوئی سوال کرے کہ جناب کس پانی (نطفہ) سے ہیں۔ ظاہر ہے آپ کا جواب ہوگا بشیر الدین محمود احمد کے پانی سے، پھر ظاہر ہے اسی کے بیٹے ہو۔ اگر آنجناب اپنی روایت کے مطابق کوئی تاویل کرنے کی کوشش کریں گے، تو ساتھ اپنے معاملہ میں بھی خیال رکھنا کہ وہ تاویل تمہارے حق میں ہی کوئی پریشانی نہ واقع کر دے۔ اس لئے واضح ہوا کہ مولویوں کا پاگل پن نہیں بلکہ تمہارے دادا مرزا غلام احمد قادیانی نے واقعی خدا کے بیٹے ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ جس کے مذکورہ بالا حوالہ جات عینی شاہد ہیں۔

کیا مرزا غلام احمد قادیانی خدا کے باپ تھے۔ (معاذاللہ)

مرزا طاہر! ہمیں افسوس ہے کہ مرزا قادیانی سے آپ کا تعلق نسبی بھی ہے، اور اسکی شیطانی نبوت کے تم خلیفہ بھی ہو، مگر تمہیں یہ عبارت نظر نہیں آرہی کہ مرزا جی کہتے ہیں، فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء

ترجمہ: (اے مرزا) ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں، جو حق اور بلندی کا مظہر ہوگا۔ گویا خدا آسمان سے اترا۔ یہ عبارت تذکرہ طبع چہارم کے صفحہ ۱۸۵ پر درج ہے۔

توجہ کریں تو بات واضح ہے جب پیدا ہونے والا بیٹا خدا ہوا تو وہ ہے مرزا جی کا بیٹا تو خود مرزا جی کیا ہوئے؟ شرم تم کو مگر نہیں آتی۔ اس میں ہمارا کیا قصور ہے جب مرزا جی بولتے تھے تو جو میں آیا سو بکا۔ (جاری ہے)

ردِ مرزائیت میں اہم کتابیں

اسلام اور مرزائیت... تقابلی مطالعہ
(علامہ محمد عبداللہ) = ۱۵/ روپے

تائید آسمانی در ردِ نشان آسمانی
(مولانا محمد جعفر تھانیسری) = ۱۰/ روپے

حضرت مولانا
محمد علی جالندھری
رحمہ اللہ

تالیف: مولانا محمد سعید الرحمٰن علوی رحمہ اللہ
مقدمہ: حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

مجاہد ختم نبوت اور عظیم مبلغ کی داستان حیات
جدوجہد اور خدمات قیمت=/100

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی

امارتِ اسلامیہ افغانستان........مشاہدات و تاثرات

پاکستان کے قبائلوں کی طرح افغان بھی بندوق کو زندگی کا لازمی جز سمجھتے ہیں مگر شہروں میں ہمیں کوئی شخص بندوق اٹھائے چلتا پھرتا دکھائی نہیں دیا اس سے جہاں طالبان کی اپنے عوام پر مضبوط گرفت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں عوام کی طرف سے اپنی جان اور اپنے مال کی کے تحفظ کے بارے میں طالبان پر اعتماد بھی ظاہر ہوتا ہے۔

امارت اسلامیہ کا عدالتی نظام:

یہاں کا عدالتی نظام تین درجاتی ہے پہلا درجہ زیریں عدالت کا ہے اس کے اوپر عدالت عالیہ (ہائی کورٹ) اور پھر عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) ہے دیوانی یا فوجداری کسی نوعیت کا معاملہ ہو اس کی سماعت ن عدالتوں میں عدالتی فیس اور وکیل کے بغیر ہوتی ہے، تفتیش، ریمانڈ اور گواہی وغیرہ پولیس کے میں نہیں اسکی ذمہ داری صرف ملزم کو گرفتار کر کے عدالت میں پیش کرنا ہے اور وہ ملزم کو مار پیٹ بھی ں سکتی کیونکہ جب تک جرم ثابت نہ ہو جائے اس وقت تک ملزم قابل تعزیر نہیں اور جرم ثابت ہونے کے بعد مقررہ سزا کے علاوہ مار پیٹ سزا پر اضافہ ہے جو کہ بذات خود ظلم اور جرم ہے۔ لوگوں کے باہمی معاملات کی سماعت پہلے زیریں عدالت میں ہوتی ہے اگر فیصلے سے کوئی فریق مطمئن نہ ہو تو فوراً عدالت عالیہ سے جوع کرتا ہے اور اگر اس کے فیصلے سے بھی کسی فریق کو اطمینان نہ ہو تو وہ عدالت عظمیٰ سے رجوع کر سکتا ہے جبکہ جوجداری اور بالخصوص حدود و قصاص کے معاملات کی سماعت احتیاطی تدبیر کے طور پر یکے بعد دیگرے تینوں عدالتوں میں کی جاتی ہے اور تین درجاتی سماعت کا یہ سارا مرحلہ سالوں، مہینوں، ہفتوں میں نہیں صرف دنوں میں طے ہوتا ہے، فیصلوں میں اجتہادی غلطی تو ممکن ہے مگر قاضیوں (ججوں) کی ارادی غلطی یا غفلت قابل گرفت ہے اس لئے عموماً تینوں عدالتوں کا فیصلہ ایک جیسا ہی ہوتا، حدود اس قصاص کے فیصلوں میں امیرالمومنین کی توثیق لازم ہے یہ توثیق دراصل اس جائزے کی انسانی کوشش کا آخری مرحلہ ہے کہ کسی کو ناحق سزا نہ ہو وگرنہ جہاں تک مجرم کو چھوڑنے یا اس کی سزا میں تخفیف کا تعلق ہے، امیرا لمومنین کو اس کا اختیار حاصل نہیں، قصاص میں ورثا دیت لے کر یا دیت لئے بغیر معاف کر سکتے ہیں مگر حدود میں متاثرین بھی معاف کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

حرکت الجہاد الاسلامی کے امیر مرکزیہ سے ملاقات:

نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد بل خشتی کے قریب کے بازار میں ایک کرنسی مبدل سے پاکستانی کرنسی

افغانی کرنسی میں تبدیل کرائی جو ایک سو پچیس روپے (پاکستانی) کے بدلے میں ایک لاکھ (افغانی) کے حساب سے ملی، اس کے بعد رہبر سفر بھائی محمد طاہر صاحب کی رفاقت میں امیر مرکزیہ حرکتہ الجہاد الاسلامی کے مبینہ رہائشی علاقے کا رخ کیا جبکہ باقی دوست حرکتہ المجاہدین کے دفتر شہر نو کی طرف چلے گئے مکان کی تلاش میں ٹیکسی کے ڈرائیور سے معاونت کی اور قریبی دکانداروں سے اپنی زبان میں پتہ پوچھتا رہا، افغان عوام کا رویہ بحیثیت مجموعی انتہائی پر تپاک اور اسلامی اخوت کا عکاس ہے بلکہ اکثریت پاکستانی علماء اور عوام کے بارے میں ادب و احترام اور احسان مندی کے جذبات رکھتی ہے مگر بعض افراد کے انداز سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس پروپیگنڈے کا شکار ہیں کہ افغانستان جسنے لاکھوں شہدا کی قربانی کے بعد روس کے آہنی پنجے سے بمشکل نجات حاصل کی ہے اسے طالبان نے پاکستان کی غلامی میں دے دیا ہے حالانکہ ان سادہ لوحوں کو اتنا بھی معلوم نہیں جو خود غلام ہو وہ دوسروں کو غلام کیسے بناسکتا ہے۔ ابھی مکان کی تلاش میں سرگرداں تھے اور ٹیکسی روک کر اطراف کا جائزہ لے رہے تھے کہ ایک پاکستانی نوجوان تیزی کے ساتھ ہماری طرف آیا اور ہم سے امیر صاحب کا مکان پوچھا اور ہمارے جواب سے پہلے ہی یہ کہ سامنے کی طرف دوڑ پڑا کہ جس گاڑی میں میرے ساتھی امیر صاحب سے ملنے آئے تھے وہ سامنے کھڑی ہے ہم بھی اس کے پیچھے وہاں پہنچ گئے۔ مولانا ہاتھ اٹھائے دعا فرما رہے تھے مہمانوں کے وداع سے فارغ ہوئے تو ہم نے ملتان کے ایک قابل احترام بزرگ دوست کا عنایت کردہ ملفوف تعارف نامہ پیش کیا کھول کر پوچھا اور چند قدم کے فاصلے پر واقع اپنے در دولت پر لے آئے خاطر تواضع فرمائی اور کھانا بھی کھلایا کچھ دیر گفتگو کا لطف اٹھانے کے بعد ہم نے واپسی کا ارادہ ظاہر کیا اور ہمارے انکار کے باوجود اصرار کے ساتھ خود اپنی گاڑی پر ہمیں حرکتہ المجاہدین کے دفتر پہنچا گئے۔

اگر مولانا سے غائبانہ تعارف پہلے بھی تھا مگر بالمشافیہ یہ پہلی ملاقات تھی اور اس ملاقات میں مولانا کی شخصیت کا جو تاثر پیدا ہوا وہ بعد کی ہر ملاقات میں تبدیل ہونے کی بجائے گہرا ہوتا چلا گیا۔

مولانا متحرک و مستعد شخصیت کے مالک ہیں صبح سے رات گئے تک بے پناہ مصروفیات کے باوجود ان کے جسم پر تھکن کے آثار دکھائی نہیں دیتے چہرہ ہر وقت بشاش بشاش نظر آتا ہے، ان کا دماغ ان کے جسم سے بھی زیادہ متحرک ہے کسی بھی مصروفیت میں ہوں مخابرہ (وائرلیس) کے ذریعے متعلقہ ذمہ داریوں سے مربوط رہتے ہیں، آپ کے ساتھ مجلس میں بیٹھے ہوں یا ڈرائیونگ سیٹ پر۔ ان کا ذہن نہ جانے کتنی ذمہ داریاں ادا کررہا ہوتا ہے، صاحب فراست اور تیز فہم ہیں، ان کے معاونین و متعلقین سے اور پھر مختلف لوگوں سے ان کے مزاج کے مطابق برتاؤ سے ان کی مردم شناسی کا اندازہ ہوتا ہے، انداز بیان انتہائی بلیغ اور دلنواز ہے، بات پوری توجہ سے سنتے ہیں جواب مختصر اور جامع دیتے ہیں اور کبھی وضاحتی جواب کی بجائے مختصر سوال کرکے مخاطب کو شکوک وشبہات سے بچالیتے ہیں مخاطب کی رائے سے بظاہر اختلاف نہیں کرتے مسکرا کر یوں جواب دیتے ہیں کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ اس کی تائید کر رہے ہیں مگر لاشعوری طور پر خود انہی کا ہم نوا ہوتا چلا جاتا ہے، بحث برائے بحث کے قائل نہیں اپنی بات منوانے پر اصرار نہیں کرتے، احیائے ملت

اسلامیہ کی طلب اور تڑپ رکھتے ہیں، چہرے پر ہر وقت مسکراہٹ رہتی ہے مگر اہل نظر سے ان کا سوز دروں اور درد دل پوشیدہ نہیں رہتا، تبلیغ اور قتال سمیت جہاد کی تمام صورتوں سے وابستہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اخلاص کو قبول فرمائے عقائد افکار اعمال، جسم اور دماغ کی صحت کی زندگی نصیب فرمائے اور آخرت کی منزلیں آسان فرمائے اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے معیت ورفاقت میں جنت میں داخل فرمائے! آمین!!

قرارگاہ میں دوسری رات:

نماز عصر جامع مسجد چوراہا یعقوب شہر نو میں ادا کی اور پھر حرکۃ المجاہدین کی گاڑی میں معسکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قرارگاہ میں آ گئے یہاں حنظلہ محمود کو چند ساتھیوں سمیت منتظر پایا ہمیں دیکھتے ہی کلاشنکوف بردار دستے ہمارے استقبال کے لیے نہایت چستی سے اٹھ کھڑا ہوا، ہم شہر سے تربوز لائے تھے کہ حنظلہ محمود کے ساتھ بیٹھ کر کھائیں گے دوساتھیوں کو اس کے ساتھ معسکر میں کنٹین سے ٹین کی بوتلیں لینے بھیجا۔ دونوں دوست بوتلیں لے کر حنظلہ محمود کے بغیر واپس آ گئے اور بتایا کہ نماز مغرب کا وقت مرتب ہے اگرچہ جماعت قرارگاہ میں بھی ہوتی ہے مگر معسکر کے ضابطے کے مطابق اس نے معسکر کے معمولات کو چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

نماز مغرب کے بعد مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کے فارغ التحصیل مولانا محمد اکرم صاحب نے خلافت اسلامیہ کے موضوع پر دردانگیز لہجے میں تفصیلی خطاب فرمایا جو درج ذیل نکات پر مشتمل تھا۔

٭ جب ایک عام مسلمان کی تجہیز و تکفین و تدفین پر انتہائی اجر و ثواب ہے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین و تدفین کس قدر اہم اور مقدس کام ہو گا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین کا تقرر یعنی خلافت اسلامیہ کا قیام اس سے بھی زیادہ ضروری تھا اس لئے غیر ارادی طور پر حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ اکابرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکفین و تدفین سے پہلے قیام خلافت کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

خلافت اسلامیہ کے قیام کی پہلی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے مقام کے بارے میں مختلف آراء کے باوجود اس کا تعین کسی اختلاف و انتشار کے بغیر اتفاق و اتحاد سے ہو گیا۔

جہاد و قتال کا سلسلہ کسی تعطل کے بغیر برقرار رہا سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت خلافت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی سیادت میں جہاد کے لئے اس لشکر کو روانہ فرمایا جس کی تشکیل چند دن پہلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔

انکار ختم نبوت اور انکار زکوٰۃ سمیت ارتدادی جتنے جہاد و قتال کے ذریعے مٹا دیے گئے اور شیرازۂ اسلام بکھرنے سے بچ گیا۔

خلافت کا سلسلہ راشدہ سے عثمانیہ تک کسی نہ کسی صورت میں برقرار رہا اور اس کا برے سے برا دور بھی غیر اخلافتی اچھے سے اچھے دور سے بہتر تھا۔

بیسویں صدی کے ربع اول میں جب خلافت کی بقا خطرے میں پڑ گئی تو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن رحمہ اللہ علیہ اور ان کے شاگردوں اور رفیقوں نے اس کے تحفظ کی بھرپور تحریک چلائی مگر ترک راہنما مصطفےٰ کمال نے مارچ ۱۹۲۴ء میں اسے خود ہی ختم کردیا۔

حضرت شیخ الہند کی جہادی سرگرمیوں کا مرکز و محور زیادہ تر افغانستان رہا ان کے اخلاص اور سعی مشکور کا ثمرہ ہے کہ آج اسی خطے کی نسبت سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں خلافت کی نعمت دوبارہ عطا فرمادی ہے جس سے ہم اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے محروم ہو چکے تھے۔

پھر ہماری خوش قسمتی یہ ہے کہ موجودہ خلافت ما بعد کے ادوار کا نہیں اپنے دور اول یعنی خلافتِ راشدہ کا نمونہ ہے۔

اگر ہم محرومی و بد نصیبی سے بچنا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد کے دامن خلافت سے وابستہ ہو جائیں۔

اس وقت دنیا میں غیر اسلامی معاشی نظاموں میں سے کمیونزم اور سوشلزم دو توڑ چکے ہیں اور سرمایہ دارانہ نظام ایڑیاں رگڑ رہا ہے اسی طرح انسانوں کے بنے ہوئے تمام سیاسی نظام بھی ناکام ہو چکے ہیں اب آخری نظام جمہوریت ہے جس کا اسلام کے نظامِ خلافت سے فیصلہ کن معرکہ ہونے والا ہے اس معرکہ میں انشاء اللہ اسلام ہی غالب آئے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کے غالب کرنے میں ہمارے محتاج نہیں ہیں اور ہم خود اپنی فلاح و بہبود کے لئے اس کا ذریعہ بننے کے محتاج نہیں۔

اب ضرورت اس اور کوشش کی ہے کہ ہم اس سعادت سے محروم و بد نصیب رہنے کی بجائے اس کے حاصل کرنے والے اولین خوش نصیبوں میں سے ہو جائیں۔

نماز عشا کے بعد مولانا موصوف سے طویل علمی نشست ہوئی حاضرین نے مختلف نوعیت کے دینی سوالات کے ذریعے بھرپور استفادہ کیا، قرآن محل ملتان کے رفیق درس ابو معاویہ بشیر صاحب نے ان کی خدمت میں ندوۃ الاصناف قرآن محل ملتان کے سلسلہ وار رسائل کا سیٹ پیش کیا اور مولانا نے ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری کی خیریت دریافت کی اور ان کے لئے سلامِ مسنون کی امانت سپرد کی۔

۱۱ ربیع الاول / ۲۶ جون بروز ہفتہ کی مصروفیات:

نماز صبح کے بعد مولانا محمد اکرم صاحب نے انتہائی اختصار کے ساتھ ذکر کی فضیلت بیان فرمائی، اس کے بعد سورۂ یٰسین کی تلاوت کی اور ذکر و تسبیح کرتے ہوئے وسیع و عریض شاہی باغ کا گشت کیا، مجاہدین کی حربی مشقیں دیکھیں، ذائقہ دار اور لذیذ تازہ شہتوت کھائے، اور پھر معسکر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ میں آ گئے۔

امیر معسکر محمد فاروق صاحب سے تفصیلی، مفید اور معلومات افزا نشست ہوئی، موصوف اٹھارہ سال کی

عمر میں جہادِ افغانستان سے وابستہ ہوئے اور اس وقت ان کی عمر اٹھائیس سال ہے، گفتگو سے چال تک ہر ادا میں جرنیلی جاہ و جلال عیاں ہے، نظم و ضبط میں خود بھی ڈھلے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی ڈھالنا جانتے ہیں، دوسروں کی عزتِ نفس مجروح کئے بغیر اپنا وقار برقرار رکھتے ہیں۔ انہوں نے ہماری خواہش پر ایک استاد صاحب کو بلایا جن سے دوستوں نے کلاشنکوف کھولنے، بند کرنے کا طریقہ سیکھا اور نشانہ بازی کی مشق کی دوپہر کا کھانا کھایا کچھ دیر کمر سیدھی کی اور پھر معسکر کی لائبریری دیکھی جس میں دینی نصاب کی عربی کتب اور جہاد کے موضوع کے علاوہ ذہن اور کردار سازی کی متعدد کتابیں موجود تھیں۔

اس کے بعد حرکتہ الجہاد الاسلامی کے معسکر خالد زبیر شہید کی طرف آ گئے نمازِ ظہر ادا کی فضائل جہاد کی تعلیم میں شرکت کی، دار بنی ہاشم کی نسبت سے ابن امیر شریعت پیر جی سید عطاء المحسن شاہ صاحب کے ہم زلف سید محمد اسد شاہ صاحب اور ان کے رفقاء سے ملاقات ہوئی اور یہ حضرات بھی ہماری طرح مطالعاتی دورے پر تشریف لائے تھے، امیر معسکر مفتی محمد آصف صاحب نے جن کا طالب علمانہ تعلق جامعہ خیر المدارس ملتان سے بھی رہا ہے نہایت اعزاز و اکرام کا برتاؤ فرمایا، مفتی صاحب موصوف سراپا عجز و انکسار ہیں انداز بیان ایسا سلجھا ہوا کہ پیچیدہ سے پیچیدہ سوال کا جواب بھی نہایت سکون و اطمینان مگر روانی کے ساتھ اس طرح دیتے ہیں کہ لفظی اختصار کے باوجود جزئیات تک اجاگر ہو جاتے ہیں، دو گھنٹے کی رفاقت حربی صورت حال سمیت دیگر متعلقہ نوعیت کے معاملات کے بارے میں انتہائی مفید اور معلومات افزا رہی، مفتی صاحب ہمیں معسکر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک چھوڑنے خود تشریف لائے معسکر کے مدخل پر اتفاقاً موجود امیر معسکر محمد فاروق صاحب نے استقبال کیا۔

میر کارواں نے ازراہِ تفنن کہا کہ یہ مفتی محمد آصف ہیں جو قریب کے معسکر کے امیر ہیں محمد فاروق صاحب نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ ہم تو ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں اور ایک دوسرے کو بخوبی جانتے ہیں آپ ملتان سے تشریف لائے ہیں ضرورت اس امر کی ہے کہ آپ کا تعارف کرایا جائے۔ امیر معسکر نے تمام مہمانوں کو جوس سے ضیافت کی اور اسی اثناء میں کمانڈر عبدالجبار صاحب تشریف لے آئے، مفتی صاحب ان سے کشمیر کی نئی صورت حال کے بارے میں استفادات کے بعد اپنے معسکر واپس تشریف لے گئے اور ہم نے کمانڈر صاحب سے کشمیر کے حوالے سے تفصیلی معلومات حاصل کیں، استفسارات کی وضاحت سے اپنے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا، ان کے بعض جوابات سے پس پردہ حقائق تک عقل سلیم کی رسائی آسان ہو گئی۔

افسوس کہ بے شمار سخن ہائے گفتنی
خوفِ فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

مولانا عبدالحق چوہان رحمۃ اللہ علیہ (سابق امیر مجلس احرار اسلام پاکستان)

اُسوۂ ابراہیمی علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام انبیاء علیہم السلام میں ایک خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ خداوند قدوس کی طرف سے ان پر مختلف انواع کی آزمائشوں کا ورود ہوا اور وہ ہر امتحان میں خصوصی امتیاز سے ذروہ کامرانی پر فائز ہوتے رہے۔ قرآن مجید کی آیات بینات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی قوم کواکب پرستی کے شرکیہ عقیدہ میں مبتلا تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ اجرام سماویہ کائنات کی ایسی ملکوتی ہستیاں ہیں جنہیں تدبّر و تصرف عالم کی تمامتر قوتیں حاصل ہیں۔ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے انہی کے تصرف سے وقوع پزیر ہوتا ہے۔ ان میں سات ستارے بڑے دیوتا تسلیم کئے جاتے تھے۔ اور سورج ان میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ اور یہ لوگ اپنے بادشاہوں کو زندہ مظہر تسلیم کرتے تھے۔ اس لئے بادشاہ وقت کی عبادت اور اس کے در دولت پر جبین نیاز کا نذرانہ پیش کرنا ان کی زندگی میں مذہبی فرائض کی سرانجام دہی کے لئے لازم اور ضروری تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کے سامنے دعوت الی اللہ پیش کی اور مختلف براہین سے ان کے گمراہ عقائد کا بطلان ظاہر کیا۔ اور ایک دفعہ ان کے دیوتاؤں کے مظاہر کو ریزہ ریزہ کر کے ان کی عاجزی اور درماندگی کو ظاہر کیا۔ اور اس موقع پر قوم کے ساتھ ان جو گفتگو منقول ہے اس سے ثابت ہوتا ہے قوم نے خود ہی ان مظاہر کی بے حسی اور عاجزی کا اقرار کر لیا۔ لیکن شرک کی زنگار ان کے قلوب پر اس طرح راسخ ہو چکی تھی کہ بجائے اس کے کہ وہ صداقت اور حقیقت کی طرف رجوع کرتے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے آگ کی سزا تجویز کی اور آپ کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت جس استقامت اور توکل علی اللہ کا جو نمونہ پیش کیا اس پر اللہ کے فرشتے بھی حیران ہو گئے۔ اس وقت کے بادشاہ کے ساتھ آپ کا ایک مکالمہ قرآن مجید میں منقول ہے۔ بادشاہ بھی آپ کی حجت قاطعہ کے سامنے مبہوت ہو کر رہ گیا۔

احکام ایزدی کی انجام دہی پر آپ نے سرزمین عراق کو خیر باد کہا اور شام کی طرف ہجرت کی۔ راستہ میں مصری بادشاہ سے آپ کا سابقہ پڑا وہاں بھی آپ کامیاب و کامران ہوئے۔ اور شاہی خاندان کی ایک شاہزادی سے آپ کا عقد نکاح ہوا۔ پھر زمانہ پیری میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرزند عزیز کی بشارت ملی۔ اس کے بعد آپ نے احکام خداوندی کے اتباع میں اس شیر خوار بچے کو اس کی ماں سمیت سرزمین حجاز کی وادی غیر ذی زرع میں لے گئے۔ پھر اپنی اس رفیقۂ حیات اور لخت جگر کو بغیر کسی ظاہری اسباب کے لق و دق صحرا میں اللہ تعالیٰ کے سپرد کر کے سرزمین شام کی طرف واپس تشریف لے گئے۔

خداوند قدوس نے اس شیر خوار بچے کی ایڑی رگڑنے کی جگہ سے ایک ایسے بابرکت پانی کا چشمہ جاری

گیا نہ متعدد زمانہ کے باوجود وہ چشمہ آب حیات تا ہنوز جاری ہے۔ اور پوری دنیا میں اس متبرک چشمہ کا پانی پہنچ رہا ہے۔ جب یہ لڑکا چلنے پھرنے کی عمر میں آیا تو پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان ہوا۔ اور خداوند قدوس کی طرف سے حکم ہوا کہ اس عزیز بچہ کو ہمارے نام پر ذبح کر دو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بغیر کسی تردد اور تاخیر کے اس حکم پر عمل پیرا ہونے کا ارادہ کیا۔ خداوند قدوس نے خود ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔

"پھر جب ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل دونوں اللہ کے آگے جھک گئے۔ اور ابراہیم نے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کے لیے ماتھے کے بل گرایا تو ہم نے پکارا۔ اے ابراہیم بس کرو۔ تم نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم ایسا ہی نیک بندوں کو ان کے ایثار نفس اور فدویت نفس و جان کا بدلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک یہ ایک نہایت کھلی ہوئی یعنی ظاہری آزمائش ہے۔ اور ذبح اسماعیل کے فدیہ میں ہم نے ایک بہت بڑی قربانی دے دی۔ اور تمام آنے والی امتوں میں اس واقعہ عظیمہ کے ذکر کو قائم کر دیا۔ بس سلام ہو راہ الہیٰ میں ایسی قربانی کرنے والے ابراہیم خلیل پر"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے فرزند جلیل حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی راہ خدا میں اسی وارفتگی کو خداوند قدوس نے خلعت قبولیت سے اسی طرح نوازا کہ آپ کو خلیل اللہ کا معزز لقب عطا ہوا۔ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبیح اللہ کا۔

خداوند قدوس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کو اس طرح قبول فرمایا کہ تاہنوز خدا کی راہ میں قربانی کی یہ سنت جاری ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ قبل مسیح دو ہزار تین سو برس ہے۔ اور زمانہ کی یہ طویل مدت قربانی کی اس سنت پر اثر انداز نہیں ہو سکی۔

صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے قربانی کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "یہ تمہارے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے"۔

نرخنامہ
اشتہارات
نقیب ختم نبوت

ٹائیٹل کا آخری صفحہ سالم ــــــــ =/۲۰۰۰ روپے
ٹائیٹل کا دوسرا اور تیسرا صفحہ ــــــــ =/۱۰۰۰ روپے
عام صفحہ (سالم) ــــــــ =/۶۰۰ روپے
عام صفحہ (۱/۲) ــــــــ =/۳۰۰ روپے
عام صفحہ (۱/۴) ــــــــ =/۲۰۰ روپے

مستقل معاونین کے لئے
خصوصی رعایت

سرکولیشن منیجر ماہنامہ نقیبِ ختم نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان

حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی

جنت میں لے جانے والے کام

۱۶- اس سلسلہ میں ایک اور عمل ایسا ہے جو انسان میں جنت کے داخلہ کا ضامن ہے۔ اور وہ مسجد کی صفائی اور مسجد سے کوڑا کباڑ نکال دینا۔ اس سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک ایسی عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد میں موجود نہ پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں نے مجھے اس کے بارہ میں اطلاع کیوں نہ دی؟ پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبر پر آئے اور اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (ابن ماجہ جلد ۱ ص ۴۸۹ باب ماجاء فی الصلاۃ علی القبر)

اس سلسلہ میں ایک اور روایت سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مسجد سے کوڑا کباڑ نکالا اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ایک گھر بنائیں گے۔ (ابن ماجہ جلد ۱ ص ۲۵۰)

۱۷- ایک خصلت جو انسان کے لیے جنت میں داخلہ کا باعث نتیجہ ہے وہ دو آدمیوں کے درمیان عدل و انصاف کرنا ہے۔ یعنی دو آدمیوں کو آپس میں جھگڑتے دیکھے تو ان کے درمیان عدل و انصاف سے فیصلہ کرے اور ان کے اس جھگڑا کو ختم کرا دے۔ قرآن حکیم میں اس اصلاح بین الناس کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (النساء: ۱۱۴) پھر سورہ حجرات آیت ۹، ۱۰ میں تو صاف طور پر اس کا حکم دیا کہ اگر مسلمانوں کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کرا دو۔ پھر اگر ان میں سے ایک فریق دوسرے پر چڑھا چلا جائے تو سب اس چڑھائی والے سے یہاں تک لڑو کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پھر آئے۔ پھر اگر وہ پھر آیا تو ان میں برابر ملاپ کرا دو اور انصاف کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتے ہیں۔ مسلمان آپس میں بھائی ہیں۔ سو اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرا دو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم ہو۔ (الحجرات ۹-۱۰)

۱۸- وہ خصائل جو انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں ان میں سے ایک خصلت یہ ہے کہ آدمی خرید و فرخت میں سہولت اور نرمی برتے۔ فروخت میں سہولت یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدنے والے سے ترش روئی سے بات نہ کرے اور مال کے دام بہت زیادہ نہ بڑھائے اور معقول نفع پر قناعت کرے۔ اور بات سچی کرے اور مال کی حقیقت سے اس کو آشکارا کر دے اور خریداری کی مجبور سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بخاری جلد ۱ ص ۷۸)

خریدنے میں سہولت یہ ہے کہ فروخت کرنے والے پر قیمت کم کرنے پر بہت زیادہ زور نہ دے اور اس کو اس بات پر مجبور نہ کرے کہ وہ قسم کھائے کہ مال کی اتنی اتنی قیمت ہے۔ اور جس مال کو وہ خریدنا چاہتا ہے اس کو دیکھ لے اور اس کے بارہ میں اطمینان حاصل کر لے۔ بعض خریداروں کی یہ عادت ہوتی ہے

کہ وہ فروخت کرنےوالے کو تنگ کرنا ضروری خیال کرتے ہیں۔ اور وہ فروخت کرنے پر غلط الزامات لگاتے ہیں کہ تمہارے تو بہت زیادہ ہیں اور فلاں دوکان پر تو یہ مال اتنے میں ملتا ہے وغیرہ وغیرہ بلکہ بعض دفعہ تو خریدار کا مقصد تو خریدنا نہیں ہوتا بلکہ فروخت کنندہ کو تنگ کرنا ہوتا ہے۔

۱۹۔ ایک خصلت یہ ہے کہ قرضہ دینے اور وصول کرنے میں نرمی برتی جائے۔ قرضہ ادا کرنے کی عمدگی یہ ہے کہ قرض کو وقت مقررہ پر واپس کر دینا چاہیے اور قرضہ واپس کرنے پر قادر ہو تو تاخیر کرنا حرام ہے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مال دار آدمی قرض واپس کرنے میں ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ (کشف الاستار جلد ۲ ص ۱۰۰ باب مطل الغنی ظلم مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۱۳۱) اور ظلم قیامت میں تاریکی کا ذریعہ ہوگا۔

اور جب قرض دار وقت مقررہ پر قرضہ واپس لوٹائے تو قرض دار کو قرض خواہ کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور کے لئے دعا کرنا چاہیے۔ اس لیے کہ اس نے اس کی حالت پوری کی۔ قرض واپس طلب کرنے میں نرمی یہ ہے کہ قرض خواہ اپنا قرضہ نرمیو پیار سے واپس مانگے۔ سختی اور درشتی اختیار نہ کرے اور قرض دار کو لوگوں کے سامنے شرمندہ نہ کرے۔ ہاں اگر یہ ثابت ہوجائے کہ قرض دار استطاعت ہونے کے باوجود ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو پھر قرض خواہ کو سختی کا حق ہے، اس لیے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ صاحب حق کو کہنے کا حق ہوتا ہے۔ (مسلم جلد ۳ ص ۱۲۳۵) اور ایک روایت میں ہے کہ صاحب حیثیت کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو کو حلال کر دیتا ہے۔ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ بندے پر رحم فرمائے جو بیچ تو نرمی کے ساتھ اور خریدے تو نرمی کے ساتھ اور قرض وصول کرے تو نرمی کے ساتھ (ابن ماجہ جلد ۲ ص ۲۴۷، بخاری جلد ۱ ص ۲۷۸)

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے شخص کو جنت میں داخل فرمادیا جو خریدنے بیچنے، قرضہ وصول کرتے اور قرضہ ادا کرتے وت نرمیاختیار کرتا تھا۔ (مسند احمد جلد ۱ ص ۸۷) اور سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اک شخص قرضہ ادا کرتے وقت اور قرضہ وصول کرتے وقت اپنی نرم مزاجی کی وجہ سے جنت میں داخل ہوا۔ (مسند احمد جلد ۲ ص ۲۱)

لیکن اگر مقروض تنگ دست ہو تو اس کو اس وقت تک مہلت دینا جسمیں وہ ادا کرنے پر قادر ہو، ضروری ہے، چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

وان کان ذوعسرة فنظرة الی میسرة (البقرہ: ۲۸۰) اور تنگ دست ہے ت ولت دینی چاہیے سولت ہونے تک

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خود یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تم سے پہلے کی امت میں ایک شخص کے پاس روح قبض کرنے والا فرشتہ آیا اور اسے کہا گیا کہ کیا تم نے کوئی اچھا کام کیا ہے؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ہے۔ اس سے یہ کا گیا کہ خوب عذر و فکر کر لو۔ وہ کہنے

لگا کہ مجھے کچھ یاد نہیں ہے۔ البتہ میری عادت یہ تھی کہ میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ لین دین کیا کرتا تھا اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کرتا تھا۔ مال دار کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور تنگ دست کو معاف کر دیا کرتا تھا۔ اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل فرما دیا۔ (فتح الباری جلد ۶ ص ۴۹۴)

اسی طرح ایک اور حدیث سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اور وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس سے پوچھا گیا کہ تم کیا عمل کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے تم جنت میں داخل ہوئے۔ اس نے کہا: میں لوگوں کے ساتھ خرید و فروخت کرتا تھا اور تنگ دست کو مہلت دے دیا کرتا تھا اور میں رقم کے بارہ میں درگذر سے کام لیا کرتا تھا۔ اس کی وجہ سے اس کی مغفرت کر دی گئی۔ (مسلم جلد ۳ ص ۱۱۹۵)

۲۰ ایک خصلت آدمی کو جنت میں لے جانے والی یہ ہے کہ وہ مسلمان کی پردہ پوشی کرے۔ اس سلسلہ میں سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کوئی مومن اپنے مومن بھائی کے کسی عیب پر مطلع ہو اور پھر اس کی پردہ پوشی کرے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اسے جنت میں داخل فرما دیتے ہیں۔ (طبرانی معجم اوسط وصغیر)

۲۱۔ اسی سلسلہ میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی وہ حدیث ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا: تم کتنے بہترین ہو اور تمہاری خوشبو کتنی پیاری ہے اور تم کتنی عظمت والے ہو اور تمہاری حرمت کتنی زبردست ہے۔ لیکن ایک مومن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم سے بھی زیادہ محترم ہے۔ (ترمذی جلد ۴ ص ۳۷۸، ابو داود جلد ۲ ص ۵۶۸)

اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے سنا ہے کہ تم اگر لوگوں کے عیوب کے درپے ہو گے تو ان کو خراب کر دو گے یا قریب ہے کہ خراب کر دو۔ سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرمایا: یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں نفع پہنچایا ہے۔ (ابو داود جلد ۲ ص ۵۷۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس ایک شخص کو لایا گیا اور ان سے کہا گیا کہ یہ فلاں شخص ہے جس کی ڈاڑھی سے شراب ٹپک رہی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہمیں تجسس سے منع کیا گیا ہے۔ البتہ اگر ہمارے سامنے کوئی شی ظاہر ہو گئی تو ہم اس پر مواخذہ کریں گے (ابو داود جلد ۲ ص ۵۷۰)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بڑا گناہ کسی مسلمان کی آبرو پر بلا استحقاق ہاتھ ڈالنا ہے۔ اور کبائر میں سے ایک گالی کے بدلے دو گالیاں دینا بھی ہے۔ (ابو داود جلد ۲ ص ۵۶۷)

اور سیدنا سعید بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ بلا حق کسی مسلمان کی عزت پر ہاتھ ڈالا جائے۔ (ابو داود جلد ۲ ص ۵۶۷)

عبدالشہید سلمان (ملتان)

واہ کیا بات ہے مدینے کی

احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں

مدینتہ المنورۃ زاد اللّٰہ و تنویراً مسلمانان عالم کا دینی و روحانی مرکز اور رشد و ہدایت کا گہوارہ ہے جس کی درخشندگی و تابندگی کو شہر کون مکان، سرورِ زمین و زماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم دوشِ ثریا کر دیا۔

قدم قدم پہ برکتیں، نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیعِ عاصیاں گزر گیا
جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گزر گیا

احسان دانش

اس شہر خوباں کے دلربا تذکرہ سے ایمان میں تروتازگی روح کو فرحت اور قلب کو سرور و شادمانی نصیب ہوتی ہے آیئے اس پُر نور، پُر کیف بستی کے تذکرہ سے سرور حاصل کریں۔

سمائے مدینتہ المنورۃ:

مرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب شہر بے شمار ناموں سے موسوم اور بے پناہ خوبیوں کا حامل گلشنِ صدا بہار ہے علامہ سمہودیؒ المتوفی ۸۸۱ھ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اس قدر زیادہ نام کسی بھی دوسرے شہر کے نہیں پائے۔

ارض الہجرۃ: ۔ حدیث شریف میں ہے کہ "المدینۃ قبۃ الاسلام و دارالایمان و ارض الھجرۃ"۔ (۱)

طابۃ: ۔ "ان اللّٰہ سمی المدینۃ طابۃ" (۲) اللہ تعالیٰ نے اس کا نام مدینۃ طابہ رکھ دیا ہے۔

اکالۃ القری: ۔ تاجدار مدینہ ارشاد فرماتے ہیں "امرت بقریۃ تاکل القری"

یعنی مجھے ایسے شہر کی طرف ہجرت کا حکم ملا ہے جو دوسرے شہروں کو کھا جائے گا (۳)

امام نووی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "تاکل القری" کہنے میں دو وجوہ ہو سکتی ہیں اول یہ شہر اسلامی لشکر کا مرکز ہے اور اس مرکز سے تمام شہر فتح کیے جائیں گے نیز اموالِ غنیمت اسی میں جمع ہونگے یا اس شہر کے باشندے تمام شہروں پر غلبہ حاصل کریں گے۔ (۴)

دارالہجرۃ والسنۃ: ۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

"حتی تقدم المدینۃ فانھا دارالھجرۃ والسنۃ" (۵)

سیدۃ البلدان:۔ امام ویلی نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت نقل کی ہے آپ نے فرمایا
"یاطبیۃ یا سیدۃ البلدان". (۶)
ان کے علاوہ بھی مولانا عبدالمعبود صاحب نے بحوالہ ابن زبالہ اور علامہ سمہودی رحمتہ اللہ علیہم بہت سے نام نقل کیے ہیں مثلاً الجنۃ الحصینۃ الخیرۃ الحبیبۃ، الشافیۃ، المؤمنۃ، المبارکۃ، دارالفتح، دارالسلامۃ، قریۃ الأنصار (۷)

فضائل و مناقب مدینۃ المنورۃ:۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے محبوب شہر مدینۃ المنورہ کی خاک پاک کے تابناک ذرات کو اس اعزاز پر بجا طور پر ناز ہے کہ فخر کون و مکاں راحت دلبراں، شافع محشر و ساقی کوثر، محبوب رب اکبر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجود انہی سے معرض وجود میں آیا اور اسی خاک کو رحمت کائنات کے گوہر عنصر شریف کا صدف بننے کا شرف نصیب ہوا۔ دربار صمدیت میں رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یوں دست بدعا ہیں۔ اللھم حبب الینا المدینۃ کحبنا مکۃ او اشدً
اے اللہ! مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں جاگزین فرما جس طرح ہمیں مکہ محبوب تھا یا اس سے بھی زیادہ مدینۃ کی محبت عطا فرما (۸)

حضرت ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے نامدار محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
ان الایمان لیارز الی المدینۃ کما تارز الحیۃ الی حجرھا"
یعنی ایمان بالاخر سمٹ کر مدینہ منورہ میں آ جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں سمٹ آتا ہے۔ (۹)
ارشاد نبوی کے معنی اور مقصود میں علماء کے تین قول ہیں۔
پہلا قول یہ ہے کہ یہ زمانہ رسالت کا بیان ہے جب اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین جوق در جوق ذوق و شوق کے ساتھ اطراف عالم سے بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے تھے اور اسلامی تعلیمات کو سیکھتے تھے۔
دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر زمانہ کا حال ہے کہ جس شخص میں بھی ایمانی جذبات موجود ہیں وہ بارگاہ رسالت کی زیارت اور آثار نبوی کے دیدار کے اشتیاق میں مدینۃ کی جانب کھنچا آرہا ہے۔
تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ہر زمانہ کا حال ہے کہ جب ایمان ساری دنیا سے سمٹ کر مدینۃ منورہ میں آ جائے گا اور ساری بستیاں دولت ایمان سے خالی ہوجائیں گی۔ (۱۰)
حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کی دیواروں پر نظر پڑتی تو فرط اشتیاق اور محبت سے اپنی سواری کو تیز کردیتے (۱۱)
تاجدار مدینہ کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ مدینہ کی گھاٹیوں پر فرشتے متعین ہیں تاکہ اس میں نہ طاعون داخل ہو نہ دجال (۱۲) ایک اور روایت میں ہے کہ "المدینۃ معلقۃ بالجنۃ"
مدینہ منورہ جنت میں آویزاں ہے یعنی جنت میں داخل ہے (۱۳)

مدینہ منورہ کا پھل:

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی آہ سحر گاہی نے اہل مدینہ کو بے پناہ نعمتوں سے مالا مال کر دیا آپ نے دعا فرمائی۔ اے اللہ! ہمارے پھلوں میں، ہمارے شہر میں، ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا فرما" (۱۴)

آپ علیہ السلام کا ایک اور ارشاد گرامی ہے کہ "جو شخص علی الصبح مدینہ کی دونوں ریتلی وادیوں کے درمیان سے سات کھجوریں کھالے اس کو شام تک کوئی چیز نقصان نہ دے گی۔ (۱۵)

احادیث مذکورہ سے معلوم ہوا کہ تاجدار مدینہ کے شہر کی پیداوار اور پھلوں میں بھی برکت ہے۔

تراب مدینہ:۔

وہ ارض مقدس جہاں پہنچ کر مریضان عشق اور مہلک روحانی امراض کے بیمار شفایاب ہوتے ہیں وہاں حکیم مطلق نے جسم و جاں اور ظاہری امراض کے لیے مدینہ کریمہ کی خاک پاک کو اکسیر بنا دیا۔

اماں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو جاتا یا کسی کو زخم لگتا تو رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگشت شہادت زمین پر رکھ کر یہ دعا فرماتے

"بسم اللّٰہ تربة ارضنا بریقة یشفی یه سقیمنا"

اللہ کے نام کے ساتھ ہماری زمین کی مٹی ہمارے تھوک کے ساتھ ہمارے بیمار کو ہمارے پروردگار کے حکم سے شفا دیتی ہے (۱۷)

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں مری جان ہے مدینہ منورہ کی خاک میں ہر ایک کی بیماری کی شفا ہے۔ (۱۷)

مسجد نبوی شریف:۔

مسجد نبوی وہ عظیم الشان دربار ہے جس کی خاکروبی کو وقت کے ابدال، قطب، اولیاء، اصفیاء، صلحا اور سلاطین سب مایہ افتخار سمجھتے ہیں کیونکہ یہی وہ مرکز ہدایت ہے جس کی نورانی شعائیں چار دانگ عالم میں پھیلیں۔

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میری اس مسجد میں ایک نماز دوسری مسجد میں پڑھی جانے والی پچاس ہزار نمازوں سے بہتر ہے سوائے مسجد حرام کے (۱۸)

دوسری روایت میں ہے کہ "میری مسجد میں ایک جمعہ دوسری مساجد کے ایک ہزار جمعہ سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے میری اس مسجد میں ایک رمضان دوسری مساجد کے ہزار رمضان سے افضل ہے سوائے مسجد حرام کے۔ (۱۹)

سیدنا حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ "جو شخص میری مسجد میں بھلائی کی بات سیکھنے یا

سکھانے کی غرض سے آئے وہ مجاہد فی سبیل اللہ کی مانند ہے اور جو اس نیت سے نہ آئے تو اس شخص کی مثال اس جیسی ہے جو دوسروں کے مال کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھتا ہے۔ (۲۰)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص میری مسجد میں چالیس نمازیں اس طرح پڑھے کہ اس کی کوئی نماز جماعت سے فوت نہ ہو تو اس کو جہنم کی آگ سے نجات مل جاتی ہے اور عذاب اور نفاق سے اسے بری کر دیا جاتا ہے۔ (۲۱)

ریاض الجنة:۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ شریف اور منبر نبوی کے درمیانی حصہ کو "روضہ جنت" کہتے ہیں کیونکہ محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة"

مرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔ (۲۲)

ریاض الجنۃ سے مراد علماء کے بہت سے اقوال ہیں۔

(۱) اس مقدس خطہ کی عبادت جنت کے باغ کے حصول کا ذریعہ ہے۔

(۲) اللہ کی خصوصی رحمتوں اور انوارات کی کثرت کی وجہ سے یہ خطہ جنت کے باغ کی طرح ہے۔

(۳) یہ جنت کا ٹکڑا ہے جو دنیا میں منتقل کیا گیا ہے اور قیامت کے دن یہ حصہ جنت میں چلا جائے گا۔ (۲۳)

یہ حصہ مسجد نبوی میں نرالی شان رکھتا ہے اس کی لطافت و نظافت میں سبز قالین اور سفید ستون ایک عجیب شان رکھتے ہیں ہر وقت تلاوت و نوافل کی بہاریں چلتی رہتی ہیں۔

منبر نبوی شریف:۔

فخر موجودات، امام الانبیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم منبر بننے سے پہلے موجودہ محراب کے قریب غربی جانب کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے جب مجمع بڑھ گیا اور ضعف پیری کے باعث تھکان زیادہ محسوس ہونے لگی تو حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگر ارشاد فرمائیں تو میں آپ کے لیے ایسا منبر تیار کر دوں جیسا میں نے ملک شام میں دیکھا ہے تاکہ آپ اس پر سکون و طمانیت سے بیٹھ جائیں چنانچہ آپ کی اجازت مرحمت فرمانے پر آپ کے لیے دو زینوں والا منبر تیار کیا گیا۔ (۲۴)

مسلم شریف کی روایت کے مطابق تین زینے تھے اس لیے تضاد کو ختم کرنے کے لیے نشست گاہ سمیت تین درجے مانے گئے۔ (۲۵)

دوسری روایت کے مطابق ایک عورت نے اپنے غلام جو کہ مشہور نجار تھا سے بنوا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ (۲۶)

منبر اقدس کی توصیف میں ارشاد گرامی ہے۔ "وضع منبری علی ترعة من ترع الجنة" (۲۷)

میرا منبر جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر رکھا جائے گا۔

دوسری روایت میں ہے کہ :وان منبری لعلی حوض" یعنی میرا منبر حوض کوثر پر ہے۔(۲۸)
رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر تیار ہونے کے بعد پہلے والے خشک تنہ کو چھوڑ کر منبر پر رونق افروز ہوئے ہی تھے کہ وہ تنہ فراق محبوب میں زور قطار رونے لگا کیونکہ وہ ایک بہت بڑی عظمت سے محروم ہو چکا تھا اور اس کی رونے کی آواز ایسی تھی جیسے گابھن اونٹنی کی آواز، یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر دیدہ وروں پر رقت طاری ہو گی۔ (۲۹)
نبی رحمت نے اپنا دست شفقت پھیرا جس پر وہ خاموش ہو گیا پھر فرمایا اگر تیری چاہت ہو تو تجھے سابقہ حالت پر لوٹا دیا اور پھر سرسبز و شاداب ہو جائے یا جنت کی حیات جاوداں میں پہنچا دیا جہاں جنت کی بہاروں کے مزے لوٹے اور تیرا پھل اتقیاء اصفیاء کھائیں۔ اس کے جنت پسند کرنے پر حضور نے اپنے صحابہ سے فرمایا اس نے جنت الخلد کو پسند کر لیا۔ (۳۰)
زیارت گنبد خضراء:۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہمہ وقت دیدار حبیب کے جذبہ سے سرشار رہتے تھے۔
بقول والد محترم

تاجدار حرم ایک نظر کرم — تیرے در کا بلاوا حال کب آئیگا
بڑھ رہا ہے الم رکھ لو اب تو بھرم — درد کا مرے درماں ہاں کب آئیگا
ہو گی جب حاضری آئے گی وہ گھڑی — خوب برسے گی آنکھوں سے مرے جھڑی
چشم پرنم سے پھر اک نظر دیکھ کر — قلب مضطر سکوں میں ہی تب آئیگا

اگرچہ آپ عالم آب گل سے دارالبقا کی طرف تشریف لے گئے مگر مشتاقان دیدار کو روضہ اقدس کی زیارت عظیم بشارتیں دے گئے چنانچہ ارشاد گرامی ہے۔ "من زار قبری و جبت له شفاعتی" جس نے مری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (۳۱)
ایک اور ارشاد گرامی ہے۔ "من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی".
جس نے موت کے بعد میری زیارت کی گویا اس نے میری زندگی میں زیارت کی۔ (۳۲)
ایک اور مقام پر آقائے نامدار نے فرمایا کہ "جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر ظلم کیا" یہ اس کے وجوب کی صریح دلیل ہے۔ (۳۳)
حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ جو شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ کو پہنچایا جاتا ہے۔ (۳۴)

جنت البقیع:۔

جنت البقیع وہ عظیم الشان قبرستان ہے جس کے ریگزاروں میں لاتعداد فلک رسالت کے درخشندہ

ستارے آسودۂ خواب ہیں۔ تاجدار مدینہ، شاہ حرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "قیامت کے دن سب سے پہلے میری قبر شق ہو گی اور میں اس سے باہر آؤں گا۔ پھر ابو بکر اپنی قبر سے اٹھیں گے اس کے بعد عمر (رضی اللہ عنہم) بعد ازیں میں جنت البقیع جاؤں گا وہاں مدفون حضرات کو لے کر مکہ معظمہ کے قبرستان والوں کا انتظار کروں گا وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان آ کر مجھ سے ملیں گے۔ (۳۵)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے ہاں تشریف فرما تھے سحری کے وقت جنت البقیع کی زیارت کو تشریف لے گئے انہیں سلام پیش کیا اور دعا دی (۳۶)

جبل احد:۔

میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پہاڑ سے قلبی لگاؤ تھا آپ کا فرمان ذی شان ہے۔

"ھذا جبل یحبنا و نحبہ: کوہ احد سے ہم محبت کرتے ہیں اور یہ ہماری محبت کا دم بھرتا ہے۔ (۳۸)

مدینۃ المنورہ کی موت:۔

زندگی حقیقت میں بس اس نے پائی
مصطفیٰ کے کوچے میں موت جس کو آئی

کتنی خوش نصیبی و شرافت و کرامت کی بات ہے اگر اس سرزمین مقدس میں پیوند خاک ہونا نصیب ہو جائے کیونکہ یہ وہ خمیر ہے جس سے دس ہزار کے قریب انفاس قدسی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور لاکھوں علماء، صلحا، اتقیاء اور اصفیاء کے اجسام ترتیب دیے گئے۔

میرے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ روئے زمین پر مدینہ منورہ کے سواء کوئی ایسا خطہ نہیں جس میں مجھے دفن ہونا نصیب ہو۔ (۳۸)

دوسری جگہ ارشاد ہے کہ جو آدمی مدینہ منورہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اسی جگہ مرے وہ خوش نصیب قیامت کے دن میری شفاعت اور شہادت باسعادت سے مشرف ہو گا۔ (۳۹)

آپ نے ارشاد فرمایا کہ مدینہ منورہ میری ہجرت گاہ ہے اور آرام گاہ ہے اور اسی خاک پاک سے میں قیامت کے دن اٹھایا جاؤں گا لہذا میری امت کا حق ہے کہ وہ میری ہمسائیگی اختیار کرے اگر میرے پڑوس میں رہ کر گناہوں سے پرہیز کیا تو میں قیامت کے دن ان کے لیے شفیع اور گواہ بنوں گا (۴۰) اللہ اللہ! وہ دھرتی کس قدر قابل رشک ہے جس کے ریگ زاروں کو مقصود کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنا اوڑھنا بچھونا اور مسکن بنانے کے لیے مضطرب اور بے چین رہے۔

امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ جذبہ، ولولہ شعلہ زن تھا کہ آقا کے شہر کی خاک نصیب ہو اور شہادت فی سبیل اللہ کا اعزاز بھی حاصل ہو چنانچہ آپ دعا فرماتے۔

"اللھم الرزقنی شھادۃً فی سبیلک واجعل موتی فی بلد رسولک"

اے اللہ! مجھے اپنی راہ میں شہادت نصیب فرمانا اپنے حبیب کے شہر میں موت عنایت فرمانا۔ (۴۱)

آخر میں قاسم الخیرات حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے درد بھرے ان اشعار پر اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں۔

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مجھ کو مدینہ کے مورو مار
اڑا کے باد میری مشتِ خاک کو پس مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار

نوٹ:۔ زائرین روضہ انور سے گزارش ہے کہ خاکسار کا بھی سلام عرض کر دیجیے احسان مند رہونگا۔

ماخذو مراجع

(۱)

(۲) القشیری، ابو الحسن عساکرالدین مسلم بن حجاج (م ۲۶۱ھ) صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۵

(۳) البخاری، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ) صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۲

(۴) حافظ، ابوزکریا یحی بن اشرف نووی (م ۶۷۱ھ) شرح مسلم ج ۱ ص ۴۴۴

(۵) صحیح البخاری۔ ایضاًج ۱ ص ۵۵۹

(۶) علامہ، علاؤالدین علی المتقی الھندی (م ۹۷۵ھ) ج ۱۲ ص ۳۳۵

(۷) مولانا عبدالمعبود صاحب ( ) تاریخ المدینہ المنورہ ج ۱ ص ۳۸

(۸) امام مالک بن انس (م ۱۷۹ھ) مؤطا امام مالک، بابِ فضل مدینہ

(۹) صحیح البخاری ایضاًج ۱ ص ۲۵۲

(۱۰) شیخ الاسلام، احمد بن علی بن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) فتح الباری ج ۴ ص ۹۴

(۱۱) خطیب تبریزی، محمد بن عبداللہ (م ۷۴۰ھ) مشکوۃ المصابیح ص

(۱۲) ایضاً

(۱۳) مولانا عبدالمعبود (تاریخ المدینۃ المنورہ) بحوالہ کتاب البلدان

(۱۴) صحیح مسلم ایضاً باب فضل مدینہ

(۱۵) ایضاً

(۱۶) صحیح البخاری، ایضاً ج ۲: ص ۸۵۵
(۱۷) زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی (م ۶۵۶ھ) ج ۳ ص ۱۱۶
(۱۸) صحیح البخاری، ایضاً، ج ۱، ص ۱۵۹
(۱۹) کنزالعمال ایضاً ج ۱۲ ص ۲۳۶
(۲۰) الحافظ ابی بکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ (م ۲۲۵) مصنف ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۷۱
(۲۱) وفاء الوفا بحوالہ تجلیات مدینہ مولانا احتشام الحسن
(۲۲) کنزالعمال ایضاً ج ۱۲ ص ۲۶۰
(۲۳) شرح صحیح مسلم ایضاً ج ۱ ص ۴۴۶
(۲۴) السجستانی، ابوداؤد سلیمان بن اشعث (م ۲۷۵ھ) ابوداؤد کتاب الحمد ج ۱ ص ۱۰۸
(۲۵) علامہ خلیل احمد سہارنپوری (م ۱۳۴۷ھ) بذل المجہود ج ۲۔ ص ۱۷۸
(۲۶) فتح الباری ایضاً ج ۲ ص ۲۹۹
(۲۷) کنزالعمال ایضاً ج ۱۲ ص ۳۳۵
(۲۸) ایضاً
(۲۹) مسند دارمی امام ابی محمد الدارمی (م ۲۵۵ھ) ج ۱ ص ۴۴)
(۳۰) فتح الباری ایضاً ج ۶ ص ۳۰۶
(۳۱) تاریخ المدینہ المنورہ ایضاً بحوالہ جامع الصغیر ص ۱۷۱ ج ۱
(۳۲) عیاض بن موسی، القاضی ابوالفضل، الشفاء ج ۲ ص ۴۷
(۳۳) بذل المجہود ایضاً ج ۳ ص ۳۴)
(۳۴) شیخ الحدیث، مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ (فضائل درود شریف ص ۴۲)
(۳۵) تاریخ المدینہ المنورہ ایضاً بحوالہ وفا الوفاء
(۳۶) مسلم شریف ایضاً ج ۱ ص ۳۱۳
(۳۷) ایضاً ص ۴۴۶
(۳۸) موطا امام مالک ایضاً ج ۲ ص ۵۵۰
(۳۹) الترمذی، ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ) جامع ترمذی ج ۲ ص ۲۲۹
(۴۰) کنزالعمال ایضاً ج ۱۲ ص ۲۴۶
(۴۱) صحیح البخاری ج ۱ ص ۲۵۳ ایضاً

محمد ابوبکر صدیق قاری

مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ
ایک آفتاب ڈوب گیا

یہ اٹل حقیقت ہے "کل نفس ذائقۃ الموت" ہر جی نے موت کو چکھنا ہے۔ موت سے تو کسی کو چارہ نہیں لیکن بعض انسانوں کی موت جھنجھوڑ کر رکھ دیتی ہے۔ ان کے سانحہ ارتحال کا صدمہ برداشت کرنا مشکل ہوجاتا ہے ذہنی سکون چھن جاتا ہے اور دل میں اضطراب کی موجیں متلاطم ہوجاتی ہیں۔ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے فرزند مولانا سید عطاء المحسن بخاری کی موت بھی ایک عظیم انسان کی موت ہے۔

اخبارات میں شاہ جی کی بیماری کی خبریں آئے دن شائع ہو رہی تھی میں اور میرے والد صاحب ان سے ملاقات کی غرض سے دس نومبر کو ملتان گئے ملتان ریلوے اسٹیشن پر نماز ظہر ادا کرنے کے بعد ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری کے گھر دار بنی ہاشم مہربان کالونی میں پہنچ کر ہم نے ایک آدمی سے راستہ دریافت کیا اس نے سرخ رنگ کی عمارت کی طرف جانے کا اشارہ کیا۔ قریب پہنچ کر پتہ چلا یہ مسجد ہے اور اوپر سرخ رنگ کیا گیا ہے۔ سرخ رنگ مجلس احرار اسلام کی شناخت تصور کیا جاتا ہے۔ مسجد کی پچھلی جانب ایک چھوٹا سا گیٹ تھا جس میں ہم داخل ہوئے تو عام طور پر معمولی قسم کی عمارت نظر آئی جس پر مجلس احرار اسلام کا پرچم لہرا رہا تھا اور سامنے میدان میں کچھ طلباء بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کو ہم نے مختصر سا تعارف کرایا اور مولانا سید عطاء المحسن بخاری سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ مدرسہ کے ایک استاد نے اظہار افسوس کرتے ہوئے بتایا کہ شاہ جی تو نشتر ہسپتال میں داخل ہیں۔ ان کی حالت تشویش ناک ہے یہ سن کر ہمارے دل میں غم کی ایک لہر چھا گئی اور فوراً نشتر ہسپتال پہنچے۔ ایک گھنٹہ تک کمرہ تلاش کرنے کے بعد ایک ڈاکٹر صاحب نے رہنمائی کی اور ہم اس کمرے کے قریب پہنچ گئے جہاں امیر شریعت کے فرزند اپنے دو رفقاء کے ساتھ بستر علالت پر بیماری کی سختیوں کو سہ رہے تھے۔ شاہ جی کا ایک رفیق رات دیر تک جاگنے کی وجہ سے پاس فرش پر چادر پر سو رہا تھا اور دوسرا شاہ جی کی چارپائی کے قریب کھڑا تھا۔ شاہ جی بھی سو رہے تھے اور چہرے پر ملتانی کالے رنگ کا کمبل پڑا تھا یوں لگتا تھا۔ جیسے کئی دنوں سے تکلیف میں رہنے کی وجہ سے اچانک نیند آ گئی ہو اس لئے ہم نے انہیں جگانا بہتر نہ سمجھا لیکن شاہ جی کے رفیق سے درخواست کی کہ ہم راولپنڈی سے شاہ جی کی زیارت کے لئے آئے ہیں اس لئے شاہ جی چہرے سے تھوڑا کمبل ہٹا دو تا کہ ہم زیارت کر سکیں۔ آخر ہماری خواہش پوری ہوئی اور شاہ جی کے نورانی چہرے کی نورانی کرنیں دل و نظر میں

جذب ہو گئیں۔ہسپتال سے باہر آئے تو نماز عصر کا وقت قریب تھا نماز کے بعد ہم جلال باقری قبرستان کی طرف روانہ ہوئے جہاں ہمیں برصغیر کے نامور خطیب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قبر پر فاتحہ پڑھنی تھی۔ ہم قبر کی تلاش میں تھے کہ اتنے میں قبرستان کے قریب سے ایک بزرگ گزرے۔انھوں نے نہ صرف ہمیں راستہ بتایا بلکہ خود ہمارے ساتھ گئے۔ ہمیں دور سے احاطے کے ارد گرد دیوار کے اوپر سبز رنگ کا آہنی جنگلا دکھائی دیا۔ اس بزرگ نے یہ بتایا کہ یہ جنگلا اس لیے لگایا گیا ہے کہ قبر پر آنے والے بعض عقیدت مند اس انداز میں محبت کا اظہار کرتے جس سے شرک و بدعت کی کیفیت رونما ہوتی۔ اس صورت حال کے پیش نظر یہ اہتمام کیا گیا تاکہ فاتحہ کے لئے آنے والے زائرینِ قبر کی زیارت کر سکیں۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی قبر کے ساتھ تھوڑی سی جگہ خالی تھی دوسری قطار میں ایک قبر تھی جس کی طرف اس ضعیف بزرگ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہاں مولانا عطاء المحسن بخاری کی بیوی ابدی نیند سو رہی ہیں۔مولانا عطاء المحسن بخاری کو بستر علالت پر دیکھ کر دل پہلے ہی اداس تھا۔ان کی بیوی کی قبر دیکھ کر آنکھوں سے میں آنسو ٹپکنے لگے رات خیر المدارس ملتان کے مفتی عبدالستار صاحب مدظلہ کے ہاں قیام کیا صبح مولانا خیر محمد جالندھری، مولانا محمد علی جالندھری، حضرت قاری رحیم بخش کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے دفتر میں مولانا عزیزالرحمن جالندھری سے ملاقات کرنے کے بعد لاہور کے لئے روانہ ہونے لگے تو قدم رک گئے دل نہ مانا خیال آیا ایک بار پھر مولانا عطاء المحسن بخاری کی زیارت کریں۔ جس امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے عقیدۂ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے پوری زندگی وقف کر دی اس کے جانشین کی زیارت کے لئے دوبارہ چلے جائیں تو کون سا مشکل ہے۔ دوسرے روز صبح گیارہ بجے دوبارہ نشتر ہسپتال کے گیٹ سے داخل ہوئے تو لوگوں کا بہت ہجوم تھا ایک گھنٹہ شاہ جی کا کمرہ تلاش کیا لیکن مایوسی ہوئی۔ ہسپتال کے باہر دوسری جانب پریشان کھڑے تھے۔ہماری یہ حالت دیکھ کر اچانک ایک آدمی نے صحیح رہنمائی کی ہم چند ہی لمحوں کے بعد شاہ جی کے کمرے میں پہنچ گئے۔ شاہ جی نے ہمارے قدموں کی آہٹ سن کر اپنے رفیق سے پوچھا اتنے میں ہم شاہ جی کے قریب ہوگئے بتایا کہ ہم راولپنڈی سے آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ فرمانے لگے دعا کریں۔ ہمنے ان کے سامنے دعا کے کلمات اداء کئے تو بلند آواز میں شاہ جی نے آمین کہی۔شاہ جی سے اجازت مانگی اور ہاتھ ملاتے ہوئے تھوڑے پیسے دینا چاہے تو فرمانے لگے میں نے پیسے نہیں لینے۔ اصل چیز دعا ہے۔شاہ جی کے نورانی چہرے کو دیکھ کر کمرے سے باہر آنے کو جی نہیں چاہتا تھا لیکن وقت کی کمی اور سفر کی دوری کے خوف سے مجبور تھے کمرے سے باہر آنے کا جی نہیں چاہتا تھا۔ کمرے سے باہر آتے ہوئے امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے فرزند اور ہزاروں عقیدت مندوں کے محبوب قائد کو ہم نے آخری نظروں سے دیکھا یہ ہماری شاہ جی کے ساتھ

آخری اور پہلی ملاقات تھی۔ بستر علالت پر عظیم باپ کے عظیم بیٹے کو دیکھ کر ہم اشکبار ہو گئے۔ دل تھام کر آنسو سے برساتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ نشتر ہسپتال ملتان کی فضاؤں سے دور نکل آئے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم آخری لمحات میں بیماری کے ایام میں جب اس نشتر ہسپتال میں زیر علاج تھے تو ان کے یہی بیٹے سید عطاء المحسن بخاری ان کے ساتھ تھے لیکن آج سید عطاء المحسن نشتر ہسپتال میں زیر علاج تھے تو ان کی اولاد نہ ہونے کی وجہ سے انکی خدمت کے لئے ان کے ساتھ ان کا حقیقی بیٹا نظر نہیں آتا تھا مگر میں نے دیکھا کہ ان کے روحانی بیٹے انکی خدمت کرنے میں مصروف تھے۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے مختلف ہسپتالوں میں زیر علاج رہے پہلے لاہور میں زیر علاج تھے اور اب دو ہفتوں سے نشتر ہسپتال ملتان میں داخل تھے۔ گردوں میں پانی پڑ جانے کی وجہ سے طبیعت سنبھل نہ سکی آخر ۱۲ نومبر جمعہ کے روز ساڑھے گیارہ بجے نشتر ہسپتال ملتان میں انتقال کر گئے دوسرے روز نماز جنازہ کے بعد ہزاروں سوگواروں کی آہوں، ہچکیوں اور اشکوں کے نذرانہ عقیدت کے ساتھ آپ کو اپنے والد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ انکے جانے پر ان کے چاہنے والے جی بھر کے روئے آنسوؤں کا دریا بہایا، آہوں کا طوفان اٹھایا دنیا ایک یگانہ سے محروم ہو گئی۔ ایک فرزانہ چل بسا، ایک مفسر قرآن گزر گیا، ایک خطیب خوش الحان روپوش ہو گیا، ایک مقرر معجز بیان خموش ہو گیا، ایک چراغ بجھ گیا، ایک ستارہ ٹوٹ گیا، ایک آفتاب ڈوب گیا ایک مہتاب چھپ گیا۔ دنیا کو تاریکیوں نے ڈھانپ لیا، بہاروں نے منہ پھیر لیا خزاؤں نے سب کو گھیر لیا۔ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

بلال جعفری اسلام آباد ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء

قطعہ تاریخ وصال

حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ان کی فرقت میں اعزہ ہیں نہایت غمگیں
ضبط غم کی کوئی صورت ہی نہیں ہے ممکن
سر آدم سے کہو سال الم ان کا بلال
باغ فردوس میں وارد ہیں عطاء المحسنؒ

۱ X ۱۹۹۸ء　=　۱۹۹۹ء

○ امریکہ صرف افغانستان کا ہی نہیں پورے عالمِ اسلام کا دشمن ہے
○ جمہوریت کفر کی کمین گاہ ہے اور سیاسی لٹیروں کی پناہ گاہ ہے
○ داڑھی، پگڑی، مصلیٰ اور مسواک والے ہی ملک کی تعمیر نو کریں گے
(امیر احرار سید عطاء المهیمن بخاری)

(رحیم یارخان، مولوی فقیر اللہ) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ جہاد کو دہشت گردی قرار دینے والے یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ ہیں۔ وہ ضلع رحیم یار خان میں مختلف مقامات پر مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام آٹھ روزہ تبلیغی و تربیتی اجتماعات سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ جہاد میں قوم کی حیات اور ملک کی بقا مضمر ہے۔ تمام جہادی تنظیمیں محب وطن ہیں اور مجاہدین ملک کی ہر آزمائش میں سرخرو ہوں گے۔

حضرت سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ امریکہ اسامہ بن لادن کی گرفتاری کا مطالبہ کر کے دراصل امارت اسلامیہ افغانستان کو ختم کرنا چاہتا ہے۔ امریکہ صرف افغانستان کا دشمن ہی نہیں بلکہ اسلام اور ملت اسلامیہ کا بھی دشمن ہے ۔ جس کا بیّن ثبوت دنیا بھر کے مسلمانوں کے ساتھ اس کا امتیازی سلوک اور رویہ ہے ۔انہوں نے کہا کہ اسلام کی حکومت کفر کی موت ہے۔ جمہوریت کافرانہ نظام ہے اسی لئے یہودی و عیسائی اور تمام کفار و مشرکین جمہوریت کا راگ الاپتے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی سازشیں کرتے ہیں۔ جمہوریت کفر و شرک کی کمین گاہ، بد دیانت سیاسی لٹیروں، قومی مجرموں اور دین دشمنوں کی پناہ گاہ ہے ۔اس میں بیٹھے ہوئے پناہ گیر ایالسۂ عصر ہیں جو امن و سلامتی والے دینِ اسلام پر حملہ آور ہیں۔ حضرت پیرجی عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ افغانستان میں اہل حق نے اسلامی حکومت قائم کر کے دنیا کے تمام جمہوریت پسندوں کو حیران و ششدر کر دیا ہے۔ طالبان نے امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد کی امارت و قیادت میں ایک ایسی مثالی حکومت قائم کی ہے جو دنیا کی تمام جمہوری حکومتوں کے لئے کھلا چیلنج ہے۔انہوں نے توفیق الٰہی سے یورپ کے اس دعوے کو یکسر باطل کردیا ہے کہ داڑھی، پگڑی، مصلیٰ اور مسواک والے حکومت نہیں کرسکتے۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ جہادی تنظیموں نے پاکستان سے دہشت گردی کو ختم کر کے جہاد کے فریضہ کو مسلمانوں کے دلوں میں بیدار کیا ہے۔ وقت ثابت کرے گا کہ یہ لوگ ملک و قوم اور دین سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ پاکستان کا شاندار مستقبل بھی داڑھی، پگڑی، مصلیٰ اور مسواک والے ہی تعمیر کریں گے۔ ان شاء اللہ

○ جمہوری نظام اور بسنتی سیاست دان نفاذِ اسلام کی راہ میں رکاوٹ ہیں

○ اقتدار سیاست دانوں کے پاس رہا اس لیے تباہی کے ذمہ دار بھی یہی ہیں

○ پاکستان میں اسلام کے سوا ہر نظام کو ناکام بنادیا جائے گا

امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری

(صادق آباد، حافظ رضا محمد) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ جمہوری نظام اور "بسنتی" سیاست دان پاکستان میں نفاذِ اسلام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ ان رکاوٹوں کو صرف اور صرف جہاد کے ذریعے ختم کیا جاسکتا ہے۔ ان خیالات کا اظہار انہوں نے مدرسہ و مسجد ختم نبوت صادق آباد میں احرار کارکنوں کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے کہا کہ کفر صرف جمہوری معاشرے میں پنپ سکتا ہے اور جمہوری ادارے کفر کے مراکز ہیں۔ اس نظام نے سیاست دانوں کے ذریعے منکرات و فواحش کو فروغ دیا اور فاسق و فاجر معاشرہ تشکیل دیا۔ گزشتہ ۵۲ برسوں میں پاکستان میں جتنے سیاسی و معاشی بحران آئے اس کے مجرم یہی بددیانت سیاست دان ہیں۔

حضرت سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ دینی مدارس اسلام کی تعلیم و تبلیغ کے مراکز اور مولوی اسلام کے مخلص سپاہی ہیں۔ علماء حق اور طالبانِ اسلام نے کفریہ تہذیب و ثقافت اور مشرکانہ نظامِ ریاست و حکومت کے سیلاب کے آگے مضبوط بند باندھا اور پوری قوت کے ساتھ اس کی حفاظت کی۔ انہوں نے کہا کہ اقتدار ہمیشہ سیاست دانوں کے پاس رہا اس لئے ملکی تباہی کے ذمہ دار بھی یہی ہیں۔ مولوی کے پاس تو پاکستان میں کبھی حکومت نہیں آئی اور اگر مولوی کو حکومت مل جاتی تو ملک کی قسمت بدل جاتی۔ انہوں نے کہا کہ عصر حاضر کی سب سے بڑی جنگ تہذیب کی جنگ ہے۔ مولوی نے کفریہ تہذیب کا راستہ روک کر قوم پر احسان کیا ہے۔ پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اسلام ہماری پہچان، شناخت اور آن ہے۔ مولوی جان تو دے سکتے ہیں مگر اس پر حرف نہیں آنے دیں گے۔ انہوں نے کہا کہ نبی علیہ السلام نے اور آپ کے صحابہ نے قول و عمل سے کفر کے تمام رویوں اور قدروں کی مذمت اور مخالفت کی ہے بلکہ انہیں عبرت کا نشان بنایا جو عینِ اسلام ہے۔ انہوں نے کہا کہ جہاد فرض بھی ہے اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ دینی مدارس، اساتذہ، طلباء اور دینی جماعتیں فریضۂ جہاد سے دستبردار نہیں ہوسکتے۔ جہاد کے منکر اسلامی تہذیب و تمدن اور اقدار سے لاعلم اور جاہل ہیں۔ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے کفریہ نظامِ ریاست جمہوریت، یہودیانہ معیشت اور امریکی حکومت سے مرعوب و خوفزدہ ہیں۔ مولوی صرف اللہ کی ناراضی سے ڈرتا ہے اس لئے بہادر ہے جو لوگ دینی مدارس کو بدنام کرکے انہیں بند کرنا اور مولویوں کو راہ سے ہٹانا چاہتے ہیں وہ جان لیں کہ.....

"آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا"

ہم پاکستان میں اسلام کے سوا ہر نظام کو ناکام بنادیں گے۔ (ان شاء اللہ)

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ دفتر احرار، لاہور میں:

عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت کے نائب امیر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم ۶ فروری کو

لاہور تشریف لائے تو اپنی جملہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر نمازِ عصر سے قبل دفتر مجلس احرار اسلام میں بھی تشریف لائے۔ امیر احرار حضرت پیرجی سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ، حضرت مولانا زاھد الراشدی۔ سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ۔ میاں محمد اویس، ملک ربنواز ایڈووکیٹ اور دیگر حضرات نے ان کا استقبال کیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ نے فرمایا کہ اکابر احرار نے تحفظ ختم نبوت کے لئے نہایت خلوص کے ساتھ بے پناہ کام کیا، قربانیاں دیں اور ایک قافلہ ترتیب دے کر اسے تحفظ ختم نبوت کے مشن پر لگا دیا۔ حضرت امیر شریعت، مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی اور دیگر اکابر احرار نے اس محاذ پر بڑی جرأت کے ساتھ کام کیا آج ان کی محنت ثمر آور ہے۔

حضرت لدھیانوی مدظلہ نے مجلسِ احرار اسلام کی ترقی، دفتر احرار کی آبادی اور کارکنوں کے لئے خلوصِ نیت کی دعا فرمائی۔

جناب چیف ایگزیکٹو آئین کی اسلامی دفعات کو تحفظ فراہم کریں
دفتر احرار لاہور میں ماہرین قانون اور علماء کا مشترکہ اجلاس

لاہور (محمد معاویہ رضوان) مختلف رہنماؤں اور ماہرین قانون کا ایک مشترکہ مشاورتی اجلاس ۶۔ فروری ۲۰۰۰ء بروز اتوار بعد نمازِ عصر لاہور میں مجلس احرار اسلام پاکستان کے دفتر میں منعقد ہوا۔ جس میں ۷۳ء کے دستور کی معطلی اور اعلیٰ عدالتوں کے ججوں کے پی سی او کے تحت حلف نامہ میں اسلامی جمہوریہ پاکستان کے نام سے اسلامی جمہوریہ کے الفاظ حذف کئے جانے سے پیدا شدہ صورتحال کا جائزہ لیا گیا۔

اجلاس میں اس بات پر سخت تشویش کا اظہار کیا گیا کہ دستور پاکستان کے معطل ہونے کے بعد ملک میں قادیانیوں اور سیکولر لابیوں کی سرگرمیوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے اور ججوں کے حلف نامہ سے اسلامی جمہوریہ کے الفاظ حذف ہونے سے پاکستان کی اسلامی نظریاتی حیثیت مشکوک ہو کر ایک سیکولر ملک کا تاثر ابھر رہا ہے۔ اجلاس میں ایک قرارداد کے ذریعے چیف ایگزیکٹو جنرل مشرف سے مطالبہ کیا گیا کہ جس طرح ۷۷ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم نے ۷۳ء کا دستور معطل کرنے کے بعد دینی حلقوں کے مطالبہ پر عبوری آئین میں دستور کی اسلامی دفعات اور عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی دفعات کو بحال رکھنے کا اعلان کیا تھا۔ اسی طرح جنرل مشرف بھی پی سی او کے تحت ایک مستقل فرمان کے ذریعہ ۷۳ء کے دستور کی اسلامی دفعات، عقیدۂ ختم نبوت، قادیانیوں سے متعلق ترامیم کو تحفظ فراہم کر لیا اور قرارداد مقاصد کی بالادستی قائم کریں۔ اجلاس میں ملک بھر کی دینی جماعتوں کے قائدین سے اپیل کی گئی کہ وہ اس سلسلہ میں ٹھوس مشترکہ لائحہ عمل اختیار کر کے عقیدہ ختم نبوت کی دستوری حیثیت اور دستور پاکستان

کی اسلامی دفعات کے تحفظ کے لیے بروقت اور موثر کردار ادا کریں۔ اجلاس میں مجلس احرار اسلام کے رہنماؤں مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، مولانا محمد اسحاق سلیمی، چودھری ثناء اللہ بھٹہ، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ، میاں محمد اویس اور پاکستان شریعت کونسل کے مولانا زاہد الراشدی، جناب نذیر احمد غازی ایڈووکیٹ، جناب ملک ربنواز ایڈووکیٹ اور جناب چودھری محمد ظفر اقبال ایڈووکیٹ نے بھی شرکت کی۔

قادیانی خود مختار کشمیر کا نعرہ لگا کر صیہونی عزائم کی تکمیل میں مصروف ہیں

(شفیع الرحمٰن احرار)

کراچی (محمود احمد) کشمیر بنے گا پاکستان کا نعرہ صرف جہاد ہی کے ذریعہ حقیقت کا روپ دھار سکتا ہے۔ اقوام متحدہ کی قراردادیں اور استصواب رائے کا مفروضہ صیہونی فری میسن کا تسلسل ہے۔ ملیر کراچی کے ایک اجتماع میں کشمیری حریت پسند مظلوم مسلمانوں سے اظہار یکجہتی کرتے ہوئے مجلس احرار اسلام کراچی کے جنرل سیکرٹری شفیع الرحمٰن احرار نے کہا کہ کشمیر کے مظلوم مسلمانوں کو سامراجی اور استحصالی قوتوں کے ظلم و ستم سے نجات دلانے کے لئے سب سے پہلے مجلس احرار نے قائد احرار امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ، ماسٹر تاج الدین انصاریؒ کی قیادت میں 1931ء میں پہلی تحریک آزادی کشمیر کا آغاز کیا تھا 64000ہزار احرار رضاکاروں نے پورے برصغیر کے تمام صوبوں سے کشمیر کی جیلیں کو بھر دیں تھیں۔ یہی وہ موقع تھا جب مرزا بشیرالدین محمود قادیانی آنجہانی نے کشمیری مسلمانوں کی غربت و افلاس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ارتدادی سرگرمیاں شروع کر دی تھیں مگر مجلس احرار کی جاری کردہ تحریک کشمیر نے یہاں کے غریب مسلمانوں کے ایمان کو تحفظ اور معاشی ظلم و ستم سے نجات دلانے کیلئے سرگرم ہونے کا شعور فراہم کیا۔ اسی تحریک کے نتیجہ میں علامہ اقبال کو قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا ادراک ہوا اور انھوں نے احرار کی نشاندہی کرنے پر قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا دینی و سیاسی مطالبہ کیا۔ تقسیم ہند کے فارمولا کے مطابق گورداسپور پاکستان کا حصہ تھا مگر چودھری ظفر اللہ قادیانی آنجہانی نے قادیان کو مسلمانوں کی دست برد سے بچانے کیلئے بھارت میں شامل کروا کر بھارت کو کشمیر میں مداخلت کرنے کا جواز فراہم کیا۔ اور پھر قادیانی گروہ خود مختار کشمیر کا نعرہ لگا کر امریکی اور برطانوی عزائم کی تکمیل کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اسرائیل کے طرز پر خود مختار اسٹیٹ کا نعرہ بین الاقوامی سازش ہے۔ پاکستان کے مسلمان قادیانیوں کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور تبلیغ و جہاد کے اصول پر کاربند رہیں۔ ان شاء اللہ کشمیر آزاد ہو کر رہے گا۔

سید محمد کفیل بخاری

مسافرانِ آخرت

حضرت مستری محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ

مجلس احرار اسلام ملتان کے مخلص کارکن اور جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے رفیقِ خاص حضرت مستری محمد عبداللہ ۳۱ جنوری ۲۰۰۰ء کو ۱۱ بجے دن نشتر ہسپتال ملتان میں انتقال کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم پیشہ کے لحاظ سے راج مستری تھے۔ ۱۹۵۸.۶۹ میں اپنے والد ماجد کے ہمراہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پہلی ہی ملاقات میں شاہ جی کی شخصیت دل میں گھر کر گئی۔ ۱۹۶۱ء میں امیر شریعت کے جانشینِ حضرت سید ابوذر بخاری سے فکری و نظریاتی تعلق قائم کر لیا اور ۱۹۶۲ء میں مجلس احرار اسلام میں شامل ہوگئے۔

احرار اُن کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ تمام عمر محنت مزدوری کر کے رزق حلال کمایا۔ واجبی تعلیم تھی۔ مگر علماء کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کی تقاریر سننے کا شوق تھا۔ حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کی مجلس کے حاضر باش رکن تھے۔ عصر کے وقت حضرت شاہ جی کی خدمت میں پہنچ جاتے۔ پھر مغرب اور کبھی عشاء پڑھ کر گھر لوٹتے۔ انہوں نے عثمان آباد کالونی ملتان میں اپنی رہائش سے ملحق ایک چھوٹی سی مسجد بنائی۔ اسکا نام مسجد معاویہ رکھا۔ حضرت سید ابوذر بخاری رحمہ اللہ نے کئی برس یہاں خطبۂ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اور مسجد کی توسیع کے لئے مزید زمین خریدی، مستری صاحب مرحوم نے مسجد کی تعمیر مسلسل جاری رکھی۔ حضرت شاہ جی کے مشورہ و حکم پر چند کتابوں کو مستقل اپنے مطالعہ میں رکھا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ خود جمعہ کے اجتماع میں تقریر کرنے لگے اور اب وہ بہترین مقرر بھی تھے۔ مطالعہ میں وسعت پیدا ہوچکی تھی۔ مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام قائم اکثر مدارس اور مساجد انہی کے ہاتھوں تعمیر ہوئے۔ مسجد احرار چناب نگر (ربوہ) سے لے کر مسجد ختم نبوت ملتان تک ہر ادارہ کی تعمیر میں انہوں نے حصہ لیا۔ احرار حلقوں میں وہ معمار احرار مشہور تھے۔ مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم ان کی آخری تعمیر تھی انتقال سے چندروز قبل ہی اسے مکمل کیا تھا۔ وہ خاندان امیر شریعت سے بے پناہ محبت کرنے والے تھے۔ حضرت ابوذر بخاری رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد بھی اپنے روزانہ کے معمول کو جاری رکھا تقریباً روزانہ دار بنی ہاشم تشریف لاتے۔ حضرت سید عطاالمحسن بخاری رحمہ اللہ سے ملتے، دن بھر تعمیری کاموں میں مشغول رہتے درمیان میں کچھ وقت اپنے علمی اشکالات پر حضرت سید عطاالمحسن شاہ صاحب رحمہ اللہ سے گفتگو کرتے اور عصر کے وقت برادر عزیز ابن ابوذر سید محمد معاویہ بخاری سلمہ اللہ کے ہاں جاتے خیروعافیت پوچھ کر پھر اپنے گھر لوٹتے کبھی نہ جاسکتے تو فون کر کے خیریت دریافت کرتے۔ جن مزدوروں کو اپنے ساتھ مستقل کام پر لگایا انہیں داڑھیاں رکھوائیں، صوم صلوٰۃ کا پابند بنایا اوران کے بچوں کے نام صحابہ کرام کے ناموں پر رکھوائے۔ دوسال سے دل کے عارضہ میں مبتلا تھے مگر مزدوری ترک نہیں کی۔ انتقال سے ایک مہینہ قبل مثانہ میں غدود کا عارضہ لاحق ہوا۔ نشتر ہسپتال داخل ہوئے اور آپریشن کے بعد قدرے رُو بصحت ہوگئے۔ ۳۱ جنوری ۲۰۰۰ء بروز پیر تقریباً گیارہ بجے اچانک دل کا دورہ پڑا اور چند لمحوں میں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ بعدالعصر عید گاہ ملتان کے صحن میں ابنِ ابوذر محترم سید

معاویہ بخاری حفظہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز سے قبل راقم نے اُن کی دینی اور سماجی خدمات اور روشن کردار پر چند منٹ خطاب کیا۔ احرار کارکنوں کے علاوہ مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اور بہت سے حضرات جنازہ میں شریک تھے، وہ بہت ہی مخلص، پیارے، ہنس مکھ اور دیانت دار انسان تھے۔ ہمارے خاندان سے انہوں نے جتنی محبت کی ہے وہ لازوال ہے اور یہ محبت و تعلق ایک دو برس کا معاملہ نہیں چالیس برس پر محیط ہے۔ ہمیں اُن سے کبھی شکایت نہیں ہوئی۔ بہت ہی باحیا اور اخلاق والے انسان تھے۔ ان کے انتقال پر ہمارے تمام گھروں میں سوگ تھا۔ نماز جنازہ کیلئے جانے لگا تو میری والدہ ماجدہ سیدہ بنت امیر شریعت مدظلہا عصر کی نماز کیلئے مصلیٰ پر تشریف فرما تھیں۔ شدت غم سے وہ اپنے آنسوؤں پر ضبط نہ کرسکیں فرمایا:

"مجھے بالکل ایسا لگتا ہے مستری عبداللہ نہیں میرا بھائی مر گیا ہے۔ اب اس شہر میں دوسرا عبداللہ بھی کوئی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو منور فرمائے۔ (آمین)

محترم عبدالواحد بیگ مرحوم:

محترم عبدالواحد بیگ مرحوم گزشتہ ماہ طویل علالت کے بعد انتقال کر گئے وہ ملتان کے نامور پینٹر اور آرٹسٹ تھے۔ عہد شباب میں سینما کے بورڈ لکھتے تھے۔ انہی دنوں حضرت مولانا احمد علی لاہور رحمۃ اللہ علیہ سے کہیں ملاقات ہو گئی۔ بس پھر بیگ صاحب کی کایا پلٹ گئی۔ داڑھی رکھ لی صوم و صلوٰۃ کے پابند ہو گئے۔ کوئی غیر شرعی عبارت نہ لکھتے۔ مساجد و مدارس کے بورڈ، دینی نعروں پر مشتمل بینر وغیرہ لکھتے اور رزق حلال کماتے بہت خوبصورت لکھنے والے تھے۔ ان کے دینی جذبے کا یہ عالم تھا کہ برش اور ڈول ہاتھ میں لے کر نکلتے اور ملتان شہر کی جو دیوار سب سے اچھی اور قابل توجہ نظر آتی اس پر کوئی عبارت لکھ دیتے۔ ایک عبارت انہوں نے چوک گھنٹہ گھر میں کارپوریشن کی دیوار پر لکھی تھی جو چہار جانب سے آنے والے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی رہی آخر "معززین شہر"، نے اسے مٹا دیا۔ عبارت یہ تھی:

۱۔ کنجر کوئی ذات نہیں۔ ہر بے غیرت کنجر ہوتا ہے

۲۔ رشوت شرعاً حرام، قانوناً جرم اور اخلاقاً ظلم ہے

۱۹۶۲ء میں "جشنِ ملتان" کے نام پر قاسم باغ میں میلہ لگا تو سارے ملتان کی دیواریں اس کی مذمت پر مشتمل نعروں سے سیاہ کر ڈالیں۔ قاسم باغ کے دروازے پر بیٹھ گئے، حضرت مفتی محمد عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جشن میں جانے والے لوگوں کو منع کرتے رہے کہ یہ جشن دین کے خلاف ہے۔ اللہ کے لیے اس میں جانے سے رک جاؤ۔ بنیاد پرست، خاموش مبلغ اور عبدالواحد المرحوم کے نام سے کئی دینی رسائل میں ان کے چھوٹے چھوٹے مضامین چھپتے۔ زندگی کے آخری دس بارہ سال وہ اپنے آپ کو المرحوم لکھتے رہے۔ "نقیب ختم نبوت" میں شروع دن سے وہ اپنی تحریریں بھیجتے رہے اور چھپتی رہیں۔ احباب ہم سے پوچھتے یہ خاموش مبلغ کون ہیں، یہ بنیاد پرست اور المرحوم کون صاحب ہیں؟ میں جواب دیتا ایک سچا مسلمان ہے جس کو اپنے نام سے نہیں کام سے غرض ہے۔ تمام بیٹوں کو قرآن کا حافظ بنایا اور دین کا عالم

بنایا۔ طویل عمر پائی ۔اللہ تعالیٰ انکے درجات بلند کرے اور مغفرت فرما کر اعلیٰ علیین میں جگہ عطاء فرمائے۔ (آمین)

مولانا عبد الواحد مخدوم رحمہ اللہ:

مجلس احرار اسلام کے رکن، ختم نبوت کے بے باک مبلغ اور مخلص و جاں نثار مسلمان، چناب نگر (ربوہ) کے مضاف میں بستی ڈاور کے رہنے والے تھے۔ ۱۸ فروری ۲۰۰۰ء بروز جمعہ مسجد احرار چناب نگر میں تشریف لائے اور اپنے رفیق مولانا محمد مغیرد کو ہمراہ لے کر ایک دینی اجتماع کے اشتہارات تقسیم کرنے کے لئے نکل پڑے۔ دونوں موٹر سائیکل پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ راستے میں ٹریکٹر ٹرالی سے تصادم ہو گیا اور مولانا اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مضبوط عالم دین تھے۔ وسیع مطالعہ تھا اور علم مستحضر۔ قادیانیوں کو دعوت اسلام دینا اُن کا روزانہ کا معمول تھا۔ گفتگو، بحث و مباحثہ اور مناظرہ ہر میدان میں داد شجاعت دیتے۔ طب سے بھی شناسائی تھی اور غریب مسلمانوں کا علاج معالجہ بھی کرتے۔ مرحوم ایک خاموش طبع، منکسر المزاج، با اخلاق اور نہایت متقی انسان تھے۔ ردّ قادیانیت پر کئی تحریریں یادگار چھوڑی ہیں۔ اُن کی ایک کتاب "کذبات مرزا" گزشتہ سال مجلس احرار اسلام نے شائع کی۔ حال ہی میں اپنے بیٹے کو مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار میں تعلیم کے لئے داخل کرایا تھا۔ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری سے بے پناہ ارادت و محبت تھی۔ اکثر مسجد احرار میں تشریف لاتے اور اپنے رفیق و دست و بازو مولانا محمد مغیرد کو ساتھ لے کر نظم مضافات چناب نگر میں تبلیغ اسلام کے لئے نکل جاتے۔ مرحوم ہمارے بہت ہی مخلص، وفادار اور ایثار پیشہ رفیق تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی دینی خدمات کو قبول فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے (آمین)

احباب و قارئین سے درخواست ہے کہ تمام حضرات کی مغفرت کے لئے ایصال ثواب اور دعا کا اہتمام فرمائیں اراکین ادارہ، پسماندگان سے اظہار ہمدردی و تسلی کرتے ہیں اور ان کے غم میں شریک ہیں۔ مرحومین کے لیے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

ماہانہ مجلس ذکر

۳۰-مارچ بروز جمعرات

بعد نمازِ مغرب جامع مسجد ختمِ نبوت دارِ بنی ہاشم ملتان میں ماہانہ مجلس ذکر منعقد ہوگی۔

اس موقع پر امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم اصلاحی بیان بھی فرمائیں گے۔ احباب و متعلقین جمعرات نماز مغرب تک پہنچ جائیں۔

(المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ ملتان)

تحریک تحفظ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ)
مجلس احرار اسلام کے زیرِ اہتمام

جنّت میں گھر بنائیے!

مرکزی مسجد عثمانیہ

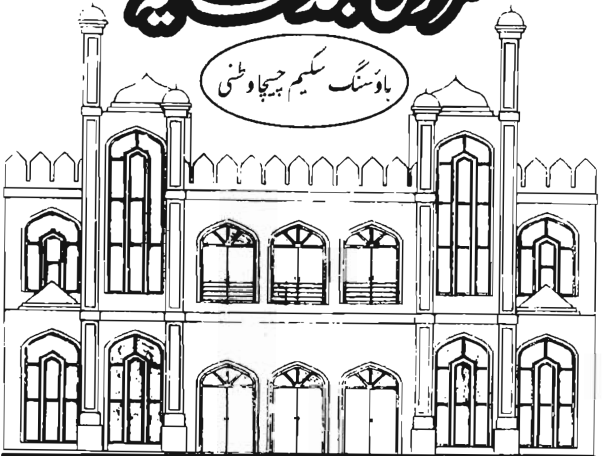

آرکیٹیکٹ: محمد عمران محبوب فیصل آباد 754274

مرکزی مسجد عثمانیہ

ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی تعمیر جاری ہے نقد یا سامان کی صورت میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختمِ نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی فون نمبر: 611657 - 0445

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 9-2324 نیشنل بنک جامع مسجد بازار چیچاوطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

منجانب
انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) فون نمبر 610955 - 0445
ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

مکتبۂ احرار لاہور کی نئی کتابیں

قیمت:=/150 روپے

حیات امیر شریعت

مؤلف: جانباز مرزا

* خطیب الامت * بطلِ حریت * امیر شریعت

سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

کی مستند سوانح حیات

*ملی و دینی خدمات * جہد ایثار اور عزیمت و استقلال

کا عظیم مرقع نیا ایڈیشن، رنگین اور دیدہ زیب سرورق

کے ساتھ پہلے تمام ایڈیشنوں سے یکسر مختلف اور منفرد

آزادی کی انقلابی تحریک

فوجی بھرتی بائیکاٹ ۱۹۳۹ء

مؤلف: محمد عمر فاروق

جنگ عظیم دوم میں ہندوستان سے انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف

ایک عظیم تحریک فوجی بھرتی کے خلاف ہندوستان بھر میں مجلس احرار اسلام کی پہلی اور تنہا آواز

* اکابر احرار کی جرأت و کردار * آزادی کے گمنام کارکنوں کا تذکرہ

* قربانی و ایثار کی لازوال داستان * ایمان پرور واقعات اور کفر شکن مہمات

* تاریخ آزادیٔ ہند کے اس روشن باب پر پہلی کتاب (قیمت=/150 روپے)

ملنے کا پتہ:- بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

فون: 061 - 511961

اہم یہ نہیں کہ آپ کیا کھاتے ہیں

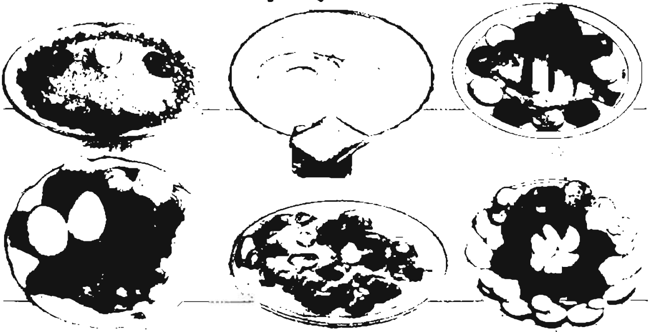

بلکہ اہم یہ ہے کہ

آپ کتنا ہضم کرتے ہیں

زندہ رہنے کے لیے غذا بنیادی ضرورت سہی لیکن اس سے زیادہ اہم یہ ہے کہ آپ جو کچھ بھی کھاتے ہیں کیا وہ صحیح طور پر ہضم ہو کر جزو بدن بھی ہوتا ہے؟ صحت مند رہنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کا نظامِ ہضم درست رہے۔ کھانے پینے میں احتیاط سے کام لیجیے۔ زود ہضم اور سادہ غذا کھائیے۔ وقت بے وقت کھانے پینے اور پُرخوری سے پرہیز کیجیے۔ اور اگر ہاضمہ خراب ہو جائے تو اس کی اصلاح کے لیے فوری نئی کارمینا استعمال کیجیے۔ ہمدرد کی نئی کارمینا تیزابیت اور گیس کے مریضوں کے لیے بھی بے ضرر اور یکساں مفید ہے۔

خوش ذائقہ نئی کارمینا

معدے کو تقویت دے کر نظامِ ہضم کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ

Adarts-HMD/CAR-13/95

ماہنامہ **نقیبِ ختمِ نبوت** ملتان

کے دو عہد ساز نمبر

امیرِ شریعت نمبر

بیاد

امیرِ شریعت، خطیبُ الامّت

بطلِ حریت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ

جانشینِ امیرِ شریعت نمبر

بیاد

جانشینِ امیرِ شریعت، قائدِ احرار

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمہ اللہ

★ اردو زبان کے سب سے بڑے خطیب کے سوانح و افکار ★ ایک تاریخ، ایک دستاویز، ایک داستان ★ خاندانی حالات، سیرت کے مجلا اوراق ★ خطابتی معرکے، سیاسی تذکرے ★ بزم سے لے کر رزم اور منبر و محراب سے لے کر دار و رسن تک ★ نصف صدی کے ہنگاموں، جہادی معرکوں، تہذیبی محاربوں، مذہبی سازشوں، سیاسی مجادلوں اور علمی محاذ آرائیوں کی فضاؤں میں ایک آوازِ ہدایت، جو بصیرت، حریت اور بغاوت کا سرچشمہ تھی۔

★ خوبصورت سہ رنگا سرورق، مجلد، اعلیٰ طباعت

صفحات: ۵۷۶، قیمت ۳۰۰ روپے

مستقل سالانہ خریداروں کے لئے خاص رعایت۔

صرف ۲۰۰ روپے پیشگی منی آرڈر بھیج کر طلب فرمائیں۔

★ ایک قادر الکلام خطیب اور متبحر عالم دین کے سوانح و افکار۔ ★ ایک مفکر اور قائد کے عزم و ہمت اور جرأت و شجاعت کا تذکرہ ★ ایک شاعر و ادیب اور محقق کی علمی ادبی، صحافتی اور دینی و تحریکی خدمات ★ تاریخ احرار کا ایک روشن باب ★ فکر احرار کا امین و وارث ★ عظمت صحابہ کا نقیب و محافظ۔ ★ ایک مفکر، مبلغ خطیب اور ادیب کی داستانِ حیات۔

صفحات ———— ۳۰۰

قیمت ———— ۵۰ روپے

پیشگی منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ ڈاک سے حاصل کریں۔

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت، دارِ بنی ہاشم، مہربان کالونی ملتان۔ فون ۵۱۱۹۶۱-۰۶۱

Design & Printing by Al-Kitab Graphics Pul Shiwala Multan Ph : 58460